بہ شکل یک دیزی : بس "دیزی" کی شکل میں، مراد یہ ہے کہ لفظ "دیلی" "دیزی" جیسا لگا اور اس کی نظروں کے سامنے مٹی کی چھوٹی سی ہانڈی کی شکل گھوم گئی۔ واضح رہے کہ "دیزی" مٹی یا پتھر کی ہانڈی کو کہتے ہیں۔

بہ نظر آمدن : دکھائی دینا، محسوس ہونا

پشت ہم : پیچھے میں بھی، بعد میں بھی

پیش خودش گفت : اس نے اپنے آپ میں ہی کہا، مراد ہے خود اس لفظ کو دہرایا

توی : میں، اندر

بہ ہیچ کس توجہ نداشت : کسی کی طرف دھیان نہ تھا

سرگرم : مختلف مشغول

سرگرم کار : کام میں مشغول، کام میں مگن

ہر قدر : جس قدر، جتنا

تکرار کردن : دہرانا

بیشتر : اور زیادہ، یہاں مراد ہے: اتنا ہی

از خودش خوشش می آمد : وہ اپنے آپ میں خوش ہو رہا تھا

تا چند : کچھ ایک

ہمیں کہ : جیسے ہی، یہ "ہم این کہ" کا مخفف ہے

پول : روپیہ، پیسہ

پول خرد : ریزگاری

خرد : یہ "خردہ" کا مخفف ہے، مراد ہے چھوٹا پیسہ یعنی ریزگاری

ریال : ایرانی سکہ کا نام

پنج ریالی : پانچ پیسے والا سکہ

پول خرد پنج ریالی : پانچ ریال والے سکہ کا خردہ، مراد ہے پانچ ریال کے سکہ کی بچی ہوئی ریزگاری

آقا : جناب، یہاں مراد ہے: خریدار

تحویل کردن : سپرد کرنا، یہاں مراد ہے: اخبار کی قیمت کاٹ کر، باقی پیسہ واپس کرنا

شاہی : ایرانی سکے کا نام

کسر آوردن : منہا کر دینا، مترادف: کسر کردن۔ مراد ہے باقی ریزگاری، تو نے پیسے دے کر حساب برابر نہ
دینا، ریزگاری بھی پیش کر دینا تا کہ حساب برابر ہو جائے

فکر کردن : سوچنا، مراد ہے: ذہن پر زور دینا

کاملاً : پوری طرح

فراموش کردن : بھلا دینا

رش : پانی یا آنسو کا ٹپکنا

ترس ورش داشتن : گھبرایا ہوا اور دکھی ہونا، منہ بنائے ہوئے ہونا

لحظہ : لمحہ، لمحہ بھر

کف : ہتھیلی

خیابان : سڑک

کف خیابان : فٹ پاتھ، سڑک کے کنارے پیدل چلنے والوں کے لیے بنا ہوا راستہ

خیرہ نگاہ کردن : حیرت سے دیکھنا

باز ہم : پھر بھی، اس کے باوجود

بدون : بغیر

ازش : اُس سے، یہاں "از" میں ضمیر "ش" جوڑی گئی ہے

بہ دہن نگاہ کردن : منہ تکنا، ہونٹوں کو تکنا

قیافہ : صورت شکل، چہرہ مہرہ

گرفتہ : پریشان

جدی : سنجیدہ

با قیافہ ہای گرفتہ و جدی : مراد ہے: خاموش، گمبھیر اور سنجیدہ صورت بنائے ہوئے، بس خاموش سر جھکائے ہوئے

بصورت او نگاہ کنند : اس کی طرف دیکھیں

دست پاچہ : جلد باز، گھبرایا ہوا

دست پاچہ شدن : گھبرا جانا، پریشان ہونا

پیدا کردن : تلاش کرنا، ڈھونڈنا

کسی از بچہ ہا را پیدا کند : مراد یہ ہے کہ کسی بچے، کسی کم عمر پر نظر پڑ جائے

شکل دیزی جلوئش ورجہ ورجہ کرد : اس سے مراد ہے، بار بار، تصور کی آنکھوں سے لاشعوری طور پر بار بار اسے مٹی کی ہنڈیا دکھائی دینے لگی۔ مٹی کی ہنڈیا کی شکل بار بار جھلملانے لگی

چیزی نفہمید : وہ کچھ نہ سمجھ سکا، اسے کوئی بات سمجھ میں نہ آ سکی

پیادہ رو : پیدل چلنے والا، فٹ پاتھ، پگڈنڈی

متحرک : حرکت کرتا ہوا، چلتا ہوا

از دیزی ہای متحرک : مراد ہے، ناچتی اور چلتی ڈولتی ہوئی ہنڈیا کے مانند

مشق کردن : مشق کرنا، کسی کام کو ہر روز کرنا، یہاں مراد ہے، رہ رہ کر، بار بار، ناچتی ہوئی ہنڈیا کی شکل نگاہوں میں گھوم جانا، بار بار ایسا لگنا کہ بہت ساری مٹی کی ہنڈیا سامنے گھوم رہی ہے

و مثل این کہ : اس طرح کہ، اس مثال کی طرح کہ

خاطر : خیال، دل

برق زدن : چمکنا، بجلی چمکنا

در خاطر برق زدن : ذہن میں کوند جانا، بس یاد آتے آتے رہ جانا

سر بہ زیر انداختن : سر جھکائے ہونا، گردن نیچی کیے ہوئے ہونا

بستہ : تھیلا

بستۂ روزنامہ : اخبار کا بنڈل

قائم : مستقل، مسلسل کھڑا ہوا

زیر بغل : بغل میں

قائم زیر بغل گرفتہ بود : مستقل بغل میں لیے ہوا تھا

پہلو : بغل

فشار دادن : دبانا، دباؤ ڈالنا

به پہلو فشاری داد : مراد ہے بغل کو دبائے ہوئے تھا، جس میں اخبار کا بنڈل دبا ہوا تھا۔
مبادا : کہیں ایسا نہ ہو
گرفتن : لینا، مراد ہے واپس لینا
روزنامہ ہا ازش بگیرند : مراد ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے ہاکر کا کام چھن جائے
عابر : مسافر، پل پار کرنے والا
از چند نفر عابر : مراد ہے چند آتے جاتے، راہ چلتے مسافر سے
اما : لیکن
خجالت : شرمندگی، ندامت، مترادف: شرمساری
خجالت کشیدن : شرمندگی محسوس کرنا، جھجک محسوس کرنا
یک ہو : ایک آواز، مراد ہے: "ہو" جیسی ایک آواز کے ساتھ، بس اچانک ہی
قیافہ : صورت، چہرے کے خدوخال
عوض شدن : بدل جانا، تبدیلی آجانا
نیش : ڈنک
باز شدن : کھلنا، جدا ہونا
نیش باز شدن : کانٹا نکل جانا، مراد ہے تکلیف دور ہو جانا، کھٹکا ختم ہو جانا
خندہ ریختن : ہنسی پھوٹ پڑنا
از سر و صورت خندہ ریختن : مراد ہے خیال چمک اٹھنا اور چہرہ کھل اٹھنا
پا گزاشتن : لپکنا، تیزی سے چلنا
فریاد کردن : چیخنا، چلانا، مراد ہے: زور زور سے آواز دینا، پکارنے لگنا

غور کرنے کی باتیں

❖ "لعل وگہر" حصہ اوّل میں، فارسی افسانہ نگاری سے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ:

قصہ کی مختلف قسمیں ہیں اور ان میں داستان اور ناول کی طرح افسانہ بھی مشہور و معروف ہے۔ فارسی میں ناول کے لیے "نول" یا "رمان" اور مختصر افسانے کے لیے "داستان کوتاہ" کی اصطلاح رائج ہے۔ داستان میں کئی زندگی کے کئی پہلو اور ناول میں ایک زندگی کے کئی پہلو دکھائے جاتے ہیں جب کہ افسانہ یعنی داستان کوتاہ میں ایک زندگی کا ایک ہی پہلو دکھایا جاتا ہے۔

فارسی میں ڈرامے اور ناول کی طرح "داستان کوتاہ" اگرچہ ایک ایسی نثری کہانی ہے جو ایک ہی نشست میں پڑھی جاسکے، لیکن یہ سیدھی سادی کہانی نہیں بلکہ ایک فنی تخلیق ہے جس میں زمینہ یعنی پلاٹ اور افراد قصہ یعنی کردار کے علاوہ زمان و مکان لازمی اجزا کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہی باتیں "داستان کوتاہ" کو سادہ حکایتوں سے ممتاز بناتی ہیں۔ یہاں تاثر اور زمان و مکان کی وحدت ہوتی ہے اور فن کار اپنے نقطۂ نظر کو مقصدیت کی پیش کش کے فنی آداب کے ساتھ سامنے لاتا ہے اور مختلف مصلحتوں سے عام طور پر افسانہ کی بنیاد کسی نفسیاتی حقیقت پر رکھتا ہے۔

فارسی میں داستان کوتاہ کی شروعات ناول کے بعد ہوئی۔ ابتدا میں سعید نفیسی اور رضا ہنری نے غیر ملکی زبان کے افسانوں کو فارسی کا جامہ عطا کیا اور مترجمہ افسانوں کے ساتھ ساتھ، صحافت نے بھی اس راہ میں یوں سہارا دیا کہ رسالہ "افسانہ" کا اجرا عمل میں آیا، جس کا مقصدِ خاص اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ محمد علی جمال زادہ فارسی کے پہلے افسانہ نگار ہیں۔ ان کا افسانوی مجموعہ "یکی بود یکی نبود" ۱۹۲۰ء میں برلن سے شائع ہوا، جسے فارسی قصہ کی دنیا میں ایک "ادبی دھماکہ" کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ محمد علی جمال زادہ کے مجموعے "صحرائے محشر" اور "راہ آب نامہ" بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

جمال زادہ کے بعد دوسرے افسانہ نگار صادق ہدایت ہیں۔ ان کی کہانیوں میں عام اور معمولی لوگوں اور نچلے اور پسماندہ طبقوں کے افراد کو یوں کردار بنایا گیا ہے کہ کہیں خچر ہانکنے والے کے کارستم سے، کہیں پرانے خیالات کی زرّیں کلاہ سے اور کہیں پارسا بننے والی آبجی خانم سے قاری کی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ "زندہ بگور" اور "سہ قطرۂ خون" کے علاوہ "سگِ ولگرد" اور "سایۂ روشن" ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ بزرگ علوی، جمال زادہ کے پیروکار ہیں جن کا مجموعہ "چمدان" مشہور ہے۔ حسین قلی مستعان نے اجتماعی زندگی پر افسانے لکھے ہیں۔ "اندیشہ ہای جوانی" اور "ارمغان زندگی" کے نام سے ان کے مجموعے موجود ہیں۔

"پراگندہ" اعتماد زادہ کا اور "خیمۂ شب بازی" صادق چوبک کا افسانوی مجموعہ ہے۔ صادق چوبک کا

شماران ادیبوں میں ہوتا ہے جنھوں نے فارسی میں داستان کوتاہ کو نئی جہت بخشی ہے۔ اسی طرح اس صنف کے فروغ میں اہم کردار ادا کرنے والوں میں میر محمد حجازی کے علاوہ غلام حسین ساعدی اور جمال میر صادقی کے نام اہم ہیں۔

''دیدہ وبازدید'' کے مصنف جلال آل احمد اور ''قوس قزح'' کے مصنف نوری بھی ممتاز افسانہ نگار ہیں۔ اس صنف کے فن کاروں میں بہرام صادقی اور رسول پرویزی کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ اگرچہ فارسی میں داستان کوتاہ کی عمر بس ایک صدی کے قریب ہے لیکن کیف وکم دونوں ہی لحاظ سے اس کا سرمایہ قابل لحاظ ہے اور اس میں گراں قدر اضافے کا سلسلہ جاری ہے۔

❖ داخل نصاب افسانہ ''یحیٰ'' صادق چوبک کی تخلیق ہے جو ان کی کہانیوں کے پہلے مجموعہ ''خیمہ شب بازی'' میں شامل ہے۔ صادق چوبک، فارسی کے ''عوامی افسانہ نگار'' شمار ہوتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں جو کردار آئے ہیں وہ بالعموم سماج کے نچلے اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ صادق چوبک کے یہاں شخصیت کا گہرا مطالعہ ملتا ہے اور انھیں جزئیات نگاری پر بھی خاصہ عبور حاصل ہے۔ وہ پیچ دار یا الجھی ہوئی کہانی نہیں لکھتے اور نہ ہی زندگی کے روزمرہ حادثہ سے متاثر ہوئے بغیر قلم اٹھاتے ہیں۔ اگر ایک طرف صادق چوبک کی کہانیاں ''عامیانہ زبان'' کے وافر استعمال سے اپنی پہچان بناتی ہیں تو دوسری طرف ان کی کہانیوں کا یہ وصف بھی کچھ کم نہیں کہ وہ چلتے چلتے، نہایت سادگی اور بے تکلفی سے ایسے پتے کی بات کہہ جاتے ہیں جو پڑھنے والوں کے دلوں کو چھو لیتی ہے اور حد درجہ عبرتناک بھی ہوتی ہے۔ افسانہ ''یحیٰ'' میں ان کے بیشتر خوبصورت فنی خصائص کی جھلکیاں مل جاتی ہیں۔

❖ افسانہ ''یحیٰ'' دراصل یحیٰ نامی، ایک ایسے گیارہ سالہ لڑکے کی کہانی ہے جو اگرچہ بھوک اور افلاس وغربت میں گھرا ہوا ہے لیکن اس کے اندر غیر تمندی کے جذبات سرد نہیں پڑے ہیں۔ افسانہ نگار نے بڑی ہی ہنرمندی کے ساتھ، یہ بھی دکھا دیا ہے کہ آج کے بھرے بازار میں کس طرح ایک فرد، خود کو تنہا سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور کس طرح آج کے سماج میں ہر فرد، اپنے آپ میں مگن نظر آتا ہے۔ اس افسانے میں اخبار کے ایک ایسے خریدار سے بھی ہماری ملاقات ہوتی ہے جو یحیٰ کو کچھ ریزگاری بخشش میں دے دیتا ہے۔ یہ دراصل کردار کے حوالے سے اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ دنیا نرم دل اور غریب پرور انسانوں سے خالی نہیں ہے۔ کہانی ''یحیٰ'' میں جس طرح بخشش کے چند پیسے پا کر، ایک گیارہ سالہ ہاکر، اخبار کا نام بھول جاتا ہے اور جس طرح، سڑک پر فوجی مشق کا منظر دیکھ کر اس کے ذہن میں ''ویزی'' کا وہ لفظ ابھرتا ہے، جس کا رشتہ مٹی کی چھوٹی سی ہانڈی سے ہے۔ وہ یہ بتانے کے لیے ناکافی نہیں کہ ذہنی رو اور افلاس وبھوک کی نفسیاتی عکاسی میں افسانہ نگار نے نہایت ہنرمندی کے ساتھ کامیابی پائی ہے۔ یحیٰ، جس اخبار کا ہاکر بنا ہے وہ اس کا نام بھول جاتا ہے، یہ محض یادداشت کا معاملہ نہیں بلکہ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ غربت نے کس طرح سماج کی نئی پیڑھی کو

تعلیم سے دور اور ناخواندگی و جہالت میں جکڑ رکھا ہے۔ یحییٰ اگر چاہتا تو کسی راہگیر سے اخبار کا نام پوچھ سکتا تھا۔ لیکن اخبار ہاکر کے لیے خود اپنے ہی اخبار کا نام پوچھنا بڑی ہنسی کی بات تھی اور اس کی غیرت نے اسے گوارا نہ کیا۔ یہ صورت حال بتا دیتی ہے کہ افسانے کا ہیرو، ناخواندہ اور مفلوک الحال سہی مگر حساس اور غیرت مند ہے۔

❖ صادق چوبک کے داخلِ نصاب افسانے میں، پوری کہانی یحییٰ نامی ایک گیارہ سالہ لڑکے کے اردگرد گھومتی ہے۔ یہ محض چند گھنٹوں کی کہانی ہے۔ یحییٰ ایک انگریزی اخبار ''ڈیلی نیوز'' کا نام یاد کر کے اُسے بازاروں میں بیچنا شروع کرتا ہے۔ وہ تیزی سے دوڑ دوڑ کر آواز لگاتا ہے اور اخبار بکنے لگتا ہے۔ ایک گاہک اُس سے اخبار لیتا ہے اور اسے پانچ ریال کا سکہ تھما دیتا ہے۔ یحییٰ اُسے اخبار کی قیمت لے کر باقی پیسے واپس کرتا ہے اور وہ خریدار دس ''شاہی'' یعنی چند معمولی سکے بخشش کے طور پر اس کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا ہے۔ بات چند لمحوں کی ہے، مگر اس دوران ''یحییٰ'' اخبار کا نام، جسے وہ بڑی مشکلوں سے یاد کر کے بازار میں آیا تھا، بالکل ہی بھول جاتا ہے اور ذہن پر ہزار زور دینے کے بعد بھی اُسے اخبار کا نام یاد نہیں آتا۔ وہ اُمید لگاتا ہے کہ شاید کسی اخبار خریدار کے منہ سے اخبار کا نام نکل جائے۔ مگر خریدار اخبار لیتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ کسی کی زبان پر اخبار کا نام نہیں آتا ہے۔ پھر یحییٰ کوشش کرتا ہے ادھر اُدھر نگاہ دوڑاتا ہے کہ کسی ہاکر پر نظر پڑ جائے تو اس سے نام پوچھ لے مگر کوئی ہاکر بھی نہیں ملتا۔ اخبار کا نام تو وہ بھول چکا تھا، البتہ کئی بار اس کے ذہن میں ''دیزی'' یعنی ہانڈی کی شکل اُبھر چکی تھی، اس نے فٹ پاتھ پر، فوجیوں کو مشق کرتے دیکھا تو اسے یوں لگا کہ بہت ساری ''دیزی'' جھل مل کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ اچانک اس کے ذہن میں ''پرموس'' کا لفظ آ گیا اور وہ سمجھنے لگا کہ یہی اخبار کا نام ہے۔ یہاں افسانہ نگار نے بھوک اور غریبی سے پیدا ہونے والے ذہنی انتشار اور نفسیاتی خلفشار کی خوب خوب عکاسی کی ہے۔ یہ بظاہر ایک بچہ ہاکر کی کہانی ہے لیکن اس میں پسماندہ سماج کی جھلکیاں، اس کے مسائل اور اس کی تکالیف کا نقشہ صاف صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کہانی سے صادق چوبک یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ ناخواندگی سے کس طرح نت نئی مجبوریاں اور دشواریاں کھڑی ہو جاتی ہیں اور اچانک پریشانیوں اور محتاجیوں میں اضافے ہونے لگتے ہیں۔

معروضی سوالات

۱- صادق چوبک کے پہلے افسانوی مجموعہ کا نام بتائیے۔
۲- صادق چوبک، کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
۳- صادق چوبک نے ایک مشہور ناول بھی لکھا ہے، اس کا نام کیا ہے؟
۶- خالی جگہوں کو پُر کیجیے:
(الف) ''یحییٰ'' ایک بچہ..................کی کہانی ہے۔ (اخباری نمائندہ/ہاکر)
(ب) یحییٰ غریب ہے مگر حساس اور.................. (غیرت مند/ پڑھا لکھا)
(ج) یحییٰ..................نامی اخبار کا ہاکر ہے۔ (روزنامہ/ڈیلی نیوز)
(د) یحییٰ ایک..................سالہ لڑکا ہے۔ (گیارہ/بیس)
۷- خریدار نے یحییٰ کو بخشش میں کیا دیا؟
۸- یحییٰ کی عمر کیا تھی؟
۹- یحییٰ کس اخبار کا ہاکر تھا؟
۱۰- ''دیزی'' سے کیا اشارہ ہے؟
۱۱- صادق چوبک کے اس افسانہ کا مرکزی کردار کون ہے؟
۱۲- اخبار بیچنے کے دوران یحییٰ کو کیا دقت پیش آئی؟
۱۳- یحییٰ کیا بات بھول گیا تھا، جو بار بار یاد کرنے یا کسی کے منہ سے سن لینے کی کوشش اور اُمید میں وہ ناکام رہا۔
۱۴- یحییٰ کس وقت اخبار کا نام بھول گیا؟
۱۵- یحییٰ کو اخبار کا جو نام یاد آیا، وہ کیا تھا؟

تفصیلی سوالات

۱- صادق چوبک کے احوال و آثار سے اپنی واقفیت ظاہر کیجیے۔
۲- ''فارسی میں افسانہ نگاری'' کے عنوان پر مختصر مضمون لکھیے۔
۳- صادق چوبک کے افسانوں کی عمومی خصوصیات بیان کیجیے۔

۴- یحیٰی کے کردار پر اختصار سے روشنی ڈالیے اور بتایئے کہ اس کہانی سے کیا سبق ملتا ہے؟
۵- صادق چوبک کے داخل نصاب افسانے کا خلاصہ لکھیے۔
۶- درج ذیل کا مفہوم بتایئے:

یازدہ سال داشت — بہ ہیچ کس توجہ نداشت
از خودش خوشش می آمد — بکسی از بچہ ہا راہ نمیداد

۷- درج ذیل محاوروں کے معنی لکھیے:

ترس ورش داشتن — دست پاچہ شدن — فشار دادن — کسر آوردن
خندہ ریختن — پا گذاشتن — در خاطر برق زدن — قیافہ عوض شدن

عملی کام

۱- اس سبق سے ایسے مرکب مصدر تلاش کریں، جن کے آخر میں "کردن" آیا ہے، جیسے "فکر کردن" اور انھیں معنی کے ساتھ اپنی کاپی پر لکھیں اور یاد کریں۔
۲- فعل ماضی ناتمام کی مثالیں تلاش کریں اور ان کے معنی لکھیں اور یاد کریں۔
۳- اس سبق سے فعل ماضی مطلق کو چنیں اور انھیں فعل مضارع میں تبدیل کریں۔
۴- داخل نصاب کہانی کو اپنے الفاظ میں اور اپنے انداز سے لکھنے کی مشق بنائیں۔
۵- درج ذیل کے معنی یاد کریں:

مصدی — سرگرم — ہر قدر — دست پاچہ — پیادہ رو — عابر — قیافہ

دیباچہ نگاری

دیباچہ لکھنے کا رواج، زمانہ قدیم سے رہا ہے۔ کچھ لغت نگاروں کا خیال ہے کہ لفظ دیباچہ "دیبا" کا مصغر ہے۔ یعنی چھوٹا سا ریشمی کپڑا۔ اس سے بادشاہوں کے مکلل بجواہر قبائیں تیار ہوتی تھیں اور تاج مرصع میں کام آتا تھا۔ چنانچہ آرایش کی مناسبت سے خطبہ کتاب کو "دیباچہ" (دی باچہ) کہتے ہیں۔ جب کہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ "دیباچہ" اصل میں "دیباجہ" ہے، جس کے معنی چہرے اور رخسار کے ہیں اور چونکہ خطبہ کتاب، بمنزلہ روئے کتاب ہوتا ہے، اس لیے اُسے مجازاً "دیباچہ" یا "دیباجہ" کہتے ہیں۔ گویا "دیباچہ" کتاب کا چہرہ ہے اور اس میں آرائش کا مفہوم شامل ہے۔ اسی لحاظ سے یہ روایت رہی ہے کہ کتاب کا دیباچہ خاص انداز سے بنی سجائی نثر میں بالعموم لکھا جاتا ہے۔

"دیباچہ" کے لیے "مقدمہ"، "تمہید" اور "افتتاحیہ" جیسے مترادفات بھی استعمال ہوتے ہیں۔ "دیباچہ" چونکہ کتاب کے شروع میں ہوتا ہے اور اصل کتاب کے آغاز سے پہلے رہتا ہے اس لیے اسے "مقدمہ" بھی کہا جاتا ہے۔ گویا وہ کتاب میں آنے والے مضمون کا "مقدمة الجیش" یعنی ہراول دستہ ہوتا ہے اور اس سے کتاب میں آیندہ آنے والے تمام بیانات کا اسی طرح اندازہ ہو جاتا ہے جیسا کہ آگے آگے جانے والی تھوڑی سی فوجی ٹکڑی سے، پوری فوج کا اندازہ ملتا ہے۔

دیباچہ یا مقدمہ، اصل کتاب کے مضمون ومباحث کا ایک لحاظ سے پیش خیمہ کہلا سکتا ہے۔ دیباچہ میں مطالعۂ کتاب کے لیے ذہنی ماحول بنایا جاتا ہے، خاص فضا ہموار کی جاتی ہے اور بعض باتوں کے لیے کچھ عذر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی، دیباچہ کے لیے تمہید کا لفظ استعمال میں آتا ہے۔

دیباچہ کے لیے یہ ضروری اور لازمی نہیں کہ وہ صاحب کتاب کے قلم سے ہی لکھا گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صاحب کتاب کی فرمائش پر کسی دوسرے صاحب قلم نے دیباچہ نویسی کا کام انجام دیا ہو مثلاً فارسی کی مشہور کتاب "گلستان" کا دیباچہ سعدی شیرازی نے خود لکھا ہے۔ فارسی کی ایک اور مشہور یادگار "سہ نثر ظہوری" ہے، جسے ظہوری ترشیزی نے لکھا ہے۔ یہ ابراہیم عادل شاہ کی کتاب "نورس" کا دیباچہ ہے جو دراصل اس حکمراں شاعر کے گیتوں کا مجموعہ ہے۔ بادشاہ کی فرمائش پر، اس ایک کتاب "نورس" کا ظہوری نے تین دیباچے لکھے ہیں، اسی لیے وہ "سہ نثر" کہلاتی ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایک کتاب کے لیے

ایک ہی دیباچہ کی حتمی قید بھی نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ اصل کتاب جس اسلوب میں ہو، دیباچہ کتاب بھی اسی اسلوب میں ہو۔ فارسی میں اس کی ایک واضح مثال "گلستان" کا دیباچہ ہے، جس کا طرز اصل کتاب سے بالکل الگ ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے پیش نظر "دیباچہ" فارسی نثر جدید کا نمونہ ہے۔ اس میں تکلف اور آرائش کے بجائے سادگی و سلاست سے کام لیا گیا ہے۔ چونکہ کتاب کا تعلق ایک خاص فن یعنی آموزش قواعد سے ہے اس لیے اصل موضوع یعنی فارسی قواعد کی رعایت سے، اس دیباچہ میں خاص خاص اصطلاحیں اور فنی مباحث کے مختصر اشارے ملتے ہیں۔ یہاں نئے انداز کی ترکیبیں بھی ہیں اور جدید فارسی محاورات بھی۔ جیسا کہ جدید فارسی کا خاصہ ہے۔ دیباچہ نگار نے جابجا طویل درمیانی اجزا والے جملے استعمال کیے ہیں اور "طرز حکایت" کی بہ نسبت جہاں تک ہو سکا ہے "طرز دوام" سے کام لیا ہے۔ اس دیباچہ سے زبان کے تخلیقی استعمال کا بھی اندازہ ہوتا ہے یعنی مختلف الفاظ کو سلیقے اور خاص ترکیب و ترتیب کے ساتھ، نئے اور برجستہ مفہوم کے لیے یوں استعمال کیا گیا ہے کہ بات پڑھنے والوں تک پہنچنے کے بعد، ایسا نہیں لگتا کہ الفاظ بے کار ہو گئے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان الفاظ و تراکیب کی اہمیت اپنی جگہ ہے اور اس خاص مفہوم کی ادائیگی اور اس خاص موقع کے لیے ان سے زیادہ تشفی بخش الفاظ و محاورات اور تراکیب کا میسر آنا مشکل ہے۔ دیباچہ میں نثر کا انداز تکلمی حسن کے ساتھ ساتھ خالص علمی معروضی اور تجزیاتی ہے۔

پرویز ناتل خانلری

پرویز ناتل خانلری مازندران کے ایک مردم خیز خطہ ''ناتل'' میں ۱۲۹۲ شمسی/۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے شہر کا رخ کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد رشت اور پھر تہران کے ہائر سکنڈری اسکول میں فارسی پڑھاتے رہے۔ بعد میں وزارت تعلیم و ثقافت سے منسلک ہو گئے۔ قیام تہران کے دوران ''تحقیق انتقادی در عروض فارسی'' کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھ کر تہران یونیورسٹی سے ۱۳۲۲ شمسی/۱۹۴۴ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور اسی سال مذکورہ یونیورسٹی کے ''شعبۂ زبان و ادب فارسی'' میں لکچرر مقرر ہوئے۔

خانلری کو فارسی کے علاوہ عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبان میں بھی مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے فرانسیسی زبان کی کئی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا۔ اس کے علاوہ ''روان شناسی'' اور ''دستور زبان فارسی'' ان کی شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔ خانلری نے ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کی معیت میں ''شاہکارہای ادبیات فارسی'' کے عنوان سے مختلف کتابوں کی تلخیص، تحشیہ اور انتخاب کا کام بھی انجام دیا۔ ساتھ ہی ادبی رسالہ ماہنامہ ''سخن'' تقریباً ۳۰ برسوں تک ان کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ مغربی آثار کے تراجم عصری ادب کی پیش رفت اور ایرانی ادیبوں اور قارئین کو دنیا بھر کے ادبی سرمایے سے روشناس کرانے کے نقطۂ نظر سے یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے۔

دیباچه

پرویز ناتل خانلری

دو بخش اول این کتاب شامل اصول نکاتی است که نویسندهٔ این سطور برای آموختن قواعد زبان فارسی در دبیرستانها تالیف کرده بود و در طی ده سال اخیر در دبیرستانها تدریس می شد۔ در این تالیف روشی نو اتخاذ شده بود که بکلی با آنچه از سالها پیش در آموزش گاه های ایران معمول بود تفاوت داشت۔

از نخستین کتابی که برای آموختن زبان فارسی در سال ۱۲۸۹ قمری به قلم میرزا حبیب اصفهانی و به عنوان دستور سخن در اسلامبول منتشر شد تا کتابهای درسی تالیف میرزا عبدالعظیم گرگانی و سپس کتابی که به عنوان "دستور زبان فارسی" با همکاری پنج استاد دانش گاه برای سال سوم و چهارم دبیرستانها انتشار یافت ہموارہ بنای تالیف آن بود که از اجزاء جمله و تعریف یکا یک انواع کلمه آغاز کنند تا سرانجام به واحد گفتار یعنی جمله برسند۔ در ضمن بحث با این روش، که غالباً از صرف و نحو عربی نمونه می گرفت و در بعضی از نکات کتابهای ابتدائی دستور زبان فرانسه نیز مورد نظر قرار داشت ہمیشه در مفردات کلام بحث می شد و ارتباط مطالب مطلقاً در نظر نبود۔

روش تازه ای که مؤلف این کتاب پیش گرفت با شیوهٔ معمول اصولاً اختلاف داشت۔ اینجا کوچک ترین واحدی از گفتار که منظور گوینده، یعنی رساندن پیامی به شنونده را بر می آورد، و "جمله" خوانده می شود، بنای بحث قرار می گیرد۔ سپس این واحد گفتار به دو قسمت اصلی تقسیم می شود که ہر یک شامل اجزاء کوچک تری است۔ پس از آن به شناخت یک یک اجزاء ہر قسمت می رسد و مباحث دقیق تر مانند رابطه فراکرد یا یا به اصطلاح سابق جملہ ہای ناقص با یکدیگر پس از آن می آید۔

غرض اصلی در اتخاذ این روش آن بود که نکته ہای دستوری نسبت به یک دیگر ترتیب و توالی علمی و منطقی داشته

باشند، چنانکہ آموختن ہر نکتہ مکمل نکتۂ پیشین و مقدمہ مطلب بعدی باشد۔ و در ہر مرحلہ دانش آموز بتواند از آنچہ آموختہ است بہرہ برگیرد و ذہن خود را بہ کار بیندازد و نوعی عمل و کوشش فکری انجام دہد تا این درس و بحث برای او تنہا بہ حفظ مطالب پراگندہ ای کہ بہ فایدہ و نتیجۂ آنہا پی نمی برد، منحصر نباشد۔

بخش سوم این کتاب بحثی است در نحو فارسی کہ نخستین بار با روشی خاص مطرح شدہ است۔ این رسالہ کہ ابتدا در مجلہ ''سخن'' (شہریور ۱۳۴۳) انتشار یافت و سپس یک بار دیگر در خرداد ۱۳۴۹ منتشر شد در کتاب حاضر با توضیح و تفصیل بیشتری مندرج است۔

بخش چہارم بحثی است دربارۂ ریشۂ پسوند مصدر در زبان فارسی و تحول تاریخی آن؛ و این جزء صرفی در غالب زبانہای ایرانی ادوار سہ گانہ باستان، میانہ، جدید مورد مطالعہ قرار گرفتہ است۔ این تحقیق بار اول در مجلہ ''دانشکدۂ ادبیات'' تہران (شمارۂ ۳، سال اول) انتشار یافت و سپس در مجموعۂ مقالات نگارندہ با عنوان ''دربارۂ زبان فارسی'' (سال ۱۳۴۵) درج شد و اکنون بہ کتاب حاضر پیوستہ است۔

بخش پنجم شامل مقالات گوناگونی است دربارۂ بعضی از نکات خاص دستوری کہ ہر یک بہ مناسبتی نوشتہ شدہ و مؤلف با استناد بہ آثار بزرگان ادب فارسی و ذکر مثالہا و شواہد متعدد کوشیدہ است کہ شیوۂ استعمال درست را از نادرست باز نماید۔

(دیباچہ ای دستور زبان فارسی)

الفاظ و معانی

دیباچہ	:	کتاب کی تمہید، مقدمہ کتاب، چہرہ، رخسار
نکات	:	خاص باتیں، باریک باتیں، نکتہ کی جمع
اصول نکاتی	:	مراد ہے: خاص اصولی باتیں
نویسندۂ این سطور	:	ان سطروں کا لکھنے والا، راقم الحروف، اس سے مراد ہے خود دیباچہ نویس جو مصنفِ کتاب بھی ہے۔
آموختن	:	تعلیم، سکھانا، سیکھنا
دبیرستان	:	ہائی اسکول
تالیف کردن	:	مختلف کتابوں کے مضامین نئے پیرائے سے ترتیب دینا، لکھنا
طی	:	دوران
در طی دہ سال آخر	:	گزشتہ دس برسوں کے دوران، گزشتہ دہائی میں
تدریس شدن	:	پڑھایا جانا، مراد ہے: داخل نصاب ہونا
روش	:	طریقہ، طرز
اتخاذ شدن	:	اختیار کیا جانا
بکلی	:	پوری طرح
با آنچہ	:	جو کچھ، مراد ہے جو کچھ تھا، اس کے مقابلے میں
از سالہا پیش	:	گزشتہ برسوں سے
آموزش گاہ	:	مدرسہ، مکتب، اسکول
معمول بودن	:	رائج ہونا، مترادف: متداول بودن
تفاوت	:	فرق
تفاوت داشتن	:	مختلف ہونا
نخستین	:	سب سے پہلا، مترادف: اولین
قمری ہجری	:	اسلامی سال جو آنحضرت ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت سے شروع ہوا۔

اسلامبول : استنبول، اس کا پرانا نام قسطنطنیہ ہے۔ یہ ترکی کا معروف شہر ہے۔

منتشر شدن : شائع ہونا

ہم کاری : اتحادِ عمل، مراد ہے: مشترکہ کوششوں سے

دانش گاہ : یونیورسٹی

ہموارہ : ہمیشہ

مبنائی : مبنی، اساس یافتہ، انحصار یافتہ، مراد ہے بنیادی طریقہ

مبنائی بودن : مبنی و منحصر ہونا، بنیاد پانا

یکا یک : اچانک

انواع : اقسام، واحد: نوع

سرانجام : آخرکار

واحد گفتار : مراد ہے: بنیادی بات، بیان کی اکائی

درضمن بحث : بحث کے دوران

ازصرف ونحو عربی نمونہ گرفتن : عربی قواعد کو نمونہ بنانا، عربی قواعد سے نمونہ لینا، نمونہ کے طور پر عربی قواعد سامنے رکھنا

مورد نظر قرار داشتن : توجہ کا مرکز بنایا جانا، مرکزِ توجہ قرار پانا

مفردات : مراد ہے: مفرد باتوں کا بیان، صرف الگ الگ بیان، جو ربط سے خالی ہو

ارتباط : ربط و تسلسل، مراد ہے: سلسلے کے ساتھ کسی چیز کا بیان

مطلق : بالکل ہی، کسی بھی لحاظ سے، ہر لحاظ سے

درنظر بودن : توجہ ہونا

پیش گرفتن : سامنے رکھنا، اختیار کرنا

کوچک ترین واحدی از گفتار : بیان کی سب سے چھوٹی اکائی

منظور : مقصد، منشا

برآوردن : پورا کرنا، پورا کر دینا

خواندن : پکارنا، پڑھنا، کہلانا

خواندہ می شود	:	مراد ہے، کہلاتا ہے، کہا جاتا ہے
سپس	:	اس کے بعد، مترادف: پس ازین، پس ازان
قسمت	:	حصہ
دقیق	:	باریک، مراد ہے: گہرا
اتخاذ	:	اپنانا، اختیار کرنا
دستوری	:	قواعدی
نسبت بہ یک دیگر ترتیب	:	مراد ہے: باہمی ترتیب اور سلسلہ کے ساتھ
توالی	:	لگاتار، پے در پے، متواتر
توالی علمی و منطقی	:	مراد ہے: سائنٹفک اور مناسب و معقول اصولی ترتیب
داشتہ باشند	:	مراد ہے: حاصل ہوں، رکھتے ہوں
بعدی	:	پچھلا، مراد ہے: وہ جو آئندہ آنے والا ہے
دانش آموز	:	طالب علم، مبتدی طلبا
بہرہ	:	حصہ، فائدہ
بہرہ برگرفتن	:	حصہ پانا، فائدے اٹھانا، استفادہ کرنا
بکار انداختن	:	کام میں لانا، استعمال کرنا
ذہن را بکار انداختن	:	ذہن کو مطمئن کر پانا، اچھی طرح اور دلچسپی سے سمجھ پانا
نوع عمل	:	عملی طریقہ
تنہا	:	محض
حفظ	:	یاد رکھنا، ذہن میں محفوظ کر لینا
پراگندہ	:	منتشر، بکھرا ہوا، بے ترتیب
پی بردن	:	پہنچ پانا، سمجھنا
منحصر	:	موقوف، مشروط، انحصار کیا ہوا
مطرح شدن	:	پیش ہونا، سامنے آنا

رسالہ : چھوٹی کتاب، مختصر کتاب

مجلہ : جریدہ، رسالہ

انتشار یافتن : شائع ہونا

کتابِ حاضر : موجودہ کتاب، پیشِ نظر کتاب

توضیح : وضاحت

ریشہ : جڑ، درختوں کی رگیں، جو زمین کے نیچے پھیلی ہوتی ہیں، زیرِ زمین شاخیں

پسوند : لاحقہ، ضد: پیشوند

ریشہ پسوندِ مصدر : مصدر کے جزوِ آخر کی بنیادی و داخلی کیفیت، مراد ہے: مصدر کے مادّے کو چھوڑ کر اس کے باقی حصوں کا بنیادی حال و احوال

تحول : انقلاب، تبدیلی

تحولِ تاریخی : تاریخی مراحل

غالب : اکثر و بیشتر، حاوی

باستان : قدیم، مراد ہے: پارسی باستان یا فرسِ قدیم اور اوستا کا دور

میانہ : درمیانی، وسطی، مراد ہے: پہلوی اشکانی اور پہلوی ساسانی کا زمانہ

جدید : نیا، مراد ہے: فارسی دری یعنی فارسی بعد از اسلام کا زمانہ۔ واضح رہے کہ پارسی باستان، میانہ اور جدید کے مقابلے میں، اس دور کو فارسی امروزہ کہا جاتا ہے، جو ایران میں مشروطیت کی تحریک کے بعد، بیسویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی سے شروع ہوا۔

موردِ مطالعہ قرار گرفتن : مطالعہ کا مرکز قرار پانا

مقالات : واحد: مقالہ، کسی خاص علمی موضوع پر لکھا گیا وہ مضمون، جس میں دو ٹوک، منطقی اور مدلل انداز اپنایا گیا ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "مقالہ" دراصل "ما قال" ہے اور مراد ہے: وہ بات اور علمی مضمون کہ اس میں جو کچھ کہا گیا ہو، طریقِ استدلال، قطعیت و وضاحت اور حصرِ بیان کے ساتھ کہا گیا ہو۔

نگارندہ : مصدر نگاشتن سے اسم فاعل، لکھنے والا، ادیب، تخلیق کار، مصنف۔ یہاں اس لفظ سے دیباچہ نگار

نے خود اپنی طرف اشارہ کیا ہے۔

مجموعۂ مقالات نگارندہ	:	مصنف یا مؤلف کے علمی مقالوں کا مجموعہ
پیوستہ	:	شامل، ملا ہوا، شریک
گوناگون	:	طرح طرح کا، متنوع، مترادف: نوع بنوع
استناد	:	سند لانا، سند پیش کرنا، سند کی پیشکش
باستناد	:	دلائل و اسناد اور حوالہ جات کے ساتھ
آثار	:	مراد ہے: ادبی کارنامے، ادبی باقیات، واحد: اثر
ذکر	:	تذکرہ، بیان، یاد
شواہد	:	مثالیں، گواہ، ثبوت، واحد: شاہد
شیوۂ استعمال	:	طریق استعمال
بازنمودن	:	صاف صاف دکھانا، واضح طور پر سامنے لانا
درست را از نادرست بازنمودن	:	صحیح اور غلط کو الگ الگ کر کے دکھانا

غور کرنے کی باتیں

❖ داخل نصاب دیباچہ، بیان و مضمون کے لحاظ سے نہایت جامع ہے۔ اس میں دیباچہ نگار نے اُس فن کی کتابوں کے تاریخی ارتقاء کا مختصر حال لکھ دیا ہے، جس فن اور موضوع سے خود اس کی کتاب کا تعلق ہے۔ کتاب کی تالیف کا مقصد اور اس کی خصوصیات بھی بتا دی ہے کہ قدیم طرز کی قواعد کی کتابوں کے مقابلے میں یہ درسی قواعد کی کتاب، نئی علمی و منطقی روش اور تازہ اصطلاحات سے آراستہ ہے اور اس کتاب میں جو ترتیب رکھی گئی ہے اس کے ذریعہ نتیجہ تک پہنچنا نہایت آسان ہے۔ دیباچہ نگار نے پرانے ڈھنگ کی قواعد کی کتابوں کی خامیاں واضح کی ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب میں اپنائے گئے نئے تدریسی طریقے کے شروع میں کس طرح مخالفت ہوئی، پھر کچھ لوگوں نے پوری بات سمجھے بغیر، محض نقل اُتارنے کے جوش میں غلط سلط ڈھنگ سے نئے طرز بنانے کی ناکام کوشش کی۔ اس میں انصاف و

دیانت کے ساتھ نہ تو دیباچہ نگار کو یاد کیا گیا، نہ ہی دوسرے حقداروں کو۔ بہرحال دیباچہ نگار نے، تدریس قواعد کے نئے طرز کی مقبولیت اور اس کے رواج پانے پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ دیباچہ نگار نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کتاب کے کتنے حصے ہیں اور کون سا حصہ کس موضوع و مضمون سے تعلق رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ کتاب کے کس حصہ کا مضمون، کتاب میں شمولیت پانے سے پہلے کہاں کہاں شائع ہو چکا ہے۔

- لفظ ''دیباچہ'' کے مفہوم اور دیباچہ نویسی کے تعلق کی ضروری باتوں کے لحاظ سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ داخل نصاب ''دیباچہ'' کئی لحاظ سے اہم اور بہت ہی جامع ہے۔ اس میں قدیم طریقہ کے مطابق حمد و نعت اور منقبت، مصنف کی طرف سے ''اعتذار'' یعنی علمی عذر خواہی، ''تشکر'' یعنی علمی معاونین کے لیے شکریہ کا حصہ اور براہ راست ''عرض حال'' کا وہ انداز بھی نہیں ہے جو بحیثیت مجموعی دیباچہ کو خطبۂ کتاب سے قریب لاتا ہے، اس کے باوجود اگر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ مذکورہ باتوں سے ہٹ کر بہت ساری خوبیاں ایسی ہیں جو ''دیباچہ'' کی حیثیت سے اس تحریر کو اہم بنا دیتی ہیں۔ یہاں جو باتیں نہیں ہیں وہ محض اس لیے نہیں ہیں کہ نئے زمانے میں دیباچہ نویسی کے طرز میں مختلف وجوہات سے کچھ تبدیلیاں آچکی ہیں۔ علمی و فنی کتابوں کے دیباچہ کا قدیم گہرا مذہبی رنگ ہلکا ہو چکا ہے اور جدید دور میں ادب کے مخاطب چونکہ درباری خواص اور شاہان وقت نہیں، اس لیے بہت ساری باتوں کی ضرورت خود بخود ختم ہو گئی ہے۔
- اس دیباچہ کے مخاطب بھی قارئین کی صورت میں دراصل درباری خواص نہیں بلکہ علم و ادب کی دنیا سے تعلق رکھنے والے عام افراد ہیں۔ اس میں دیباچہ نگار نے اپنا تعارف شخصی طور پر پیش نہیں کیا ہے بلکہ اپنے کام کے توسط سے خود کو سامنے پیش کیا ہے۔ یہ دیباچہ اس لحاظ سے یقیناً کامیاب ہے کہ اس میں تالیف کا منظر و پس منظر اور اس کا مقصد و سبب بیان کر دیا گیا ہے۔ نیز کتاب کے موضوع اور اس کی ترتیب و حصص کے تعلق سے بھی بنیادی باتیں بتا دی گئی ہیں۔ یہ دیباچہ بقلم مصنف عصری و استدلالی اور تجزیاتی طرز بیان کا حامل ہے اور اسے ہم بلا تکلف کتاب کا چہرہ کہہ سکتے ہیں اس کے مطالعہ سے کتاب میں آنے والے بیانات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ دیباچہ ذہنی ماحول بنانے میں اور یہ بتانے میں پوری طرح کامیاب ہے کہ اصل کتاب کی تقریب اور مضمون کی اٹھان کیسی ہے۔

معروضی سوالات

۱- خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کریں۔

(الف) پرویز ناتل خانلری .... میں پیدا ہوئے۔

(ب) ....ان کی جائے ولادت ہے۔

(ج) پرویز ناتل خانلری، ادبی رسالہ .... کے .... تھے۔

(د) شاعری میں پرویز ناتل خانلری .... کے حامی شمار ہوتے ہیں۔

(ہ) پرویز ناتل کا ادبی وشعری نظریہ وہی تھا جو .... کا تھا۔

۲- مرزا حبیب اصفہانی کی کتاب کا نام بتایئے۔

۳- ''دستورِ سخن'' کا موضوع کیا ہے؟

۴- ہجری سنہ کو فارسی میں کیا کہتے ہیں؟

۵- ''دستورِ سخن'' کب لکھی گئی اور کہاں سے شائع ہوئی؟

۶- مرزا عبدالعظیم گرگانی کیسی کتابوں کے مولف گزرے ہیں۔

۷- ''دستورِ زبان'' کتنے اساتذہ نے مل کر لکھی تھی؟

۸- قواعد پڑھانے کا پرانا طریقہ کتنے برسوں تک چلتا رہا؟

۹- دیباچہ نگار نے کس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے؟

۱۰- دیباچہ کتاب کے کس حصے میں ہوتا ہے؟

۱۱- دیباچہ نگار کی اس کتاب کے کتنے حصے ہیں؟

۱۲- علم نحو کا بیان اس کتاب میں کہاں ہے؟

۱۳- فارسی زبان کے تین ارتقائی مرحلے کون کون سے ہیں؟

۱۴- ان میں سے ادبی رسالہ کون کون ہے؟

سخن　　دستورِ سخن　　دانش کدۂ ادبیات　　دستورِ زبان

تفصیلی سوالات

۱- ''دیباچہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ مختصر لفظوں میں بیان کیجیے۔

۲- داخلِ نصاب دیباچہ کا خلاصہ لکھیے۔
۳- بتائیے کہ دیباچہ نگار نے اپنے کام کی کیا خصوصیت بتائی ہے؟
۴- پرویز ناتل خانلری کی زندگی اور کارناموں پر اختصار سے روشنی ڈالیے۔
۵- ''فارسی قواعد کی کتاب'' کے عنوان پر مختصر نوٹ لکھیے۔
۶- ان لفظوں کے مطلب بتائیں:

اصطلاح   تمرین   نحو   مقالہ

۷- پارسی باستان، میانہ اور جدید سے کیا مراد ہے؟ واضح کیجیے۔
۸- لفظ ''دیباچہ'' کی اصل کیا ہے؟ چند سطروں میں بیان کیجیے۔
۹- داخلِ نصاب دیباچہ کی علمی و ادبی خوبیوں پر اظہارِ خیال کیجیے۔

عملی کام

۱- اس سبق میں آنے والے محاوروں کو جمع کیجیے اور ان کے معنی لکھیے۔
۲- ان الفاظ کو یکجا کیجیے جو ''دیباچہ'' کے مترادف ہیں یا ہو سکتے ہیں۔
۳- کتابوں کے دیباچہ یا پیش لفظ پڑھنے پر توجہ دیجیے۔
۴- دیباچہ کی مدد سے درج ذیل عنوانات پر نوٹ لکھیے اور اپنے اساتذہ سے اُن پر اصلاح لیجیے۔

- فارسی زبان کا ارتقا
- قواعد کی قدیم اور جدید درسی کتابوں کا فرق
- فارسی کی چند کلاسیکی کتابوں کے دیباچے اور ان کی خوبیاں
- فارسی قواعد کی چند کتابوں کے نام بھی یاد رکھیے۔

تنقید نگاری

''تنقید'' کا لفظ عربی مادہ ''نقد'' اور مصدر ''انتقاد'' سے اپنا رشتہ رکھتا ہے۔ یہ ''تفعیل'' کے وزن پر ہے۔ اس لفظ کے معنی پرکھ اور جانچ کے ہیں، ایسی جانچ، جس سے اچھے بُرے کی تمیز ہو جائے۔ دراصل کسی چیز کے بارے میں کچھ کہنے کی بالعموم تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی صرف تعریف کی جائے، اس کا نام ''تحسین'' ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صرف خرابی اور کمی بتائی جائے، اس کا نام ''تنقیص'' ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ خوبی بھی بتائی جائے اور خرابی بھی، اس کا نام ''تنقید'' ہے۔

شعر و ادب میں کھوٹے اور کھرے کو پرکھنا ادبی تنقید یا نقدِ ادب کہلاتا ہے۔ اس کے لیے سخن فہمی اور ادب شناسی لازمی ہے۔ ادبی اصطلاح کے طور پر ''تنقید'' کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تنقید یا نقدِ ادب کا ایک مفہوم یہ ہے کہ کسی ادب پارے کی خوبی اور خرابی بتائی جائے، اسے ہی مزید وضاحت کے لیے ''عملی تنقید'' کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسرا وسیع مفہوم یہ ہے کہ تنقید کے اصول و ضوابط بنائے اور بتائے جائیں۔

فارسی ادب کا تنقیدی سرمایہ ایک وسیع مفہوم میں ''نقدِ عجم'' کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، ایرانی ادبیات کے دو واضح دور ہیں یعنی قبل از اسلام اور بعد از اسلام۔ اسے ہی ہم آسانی کے لیے قدیم ایرانی دور اور جدید ایرانی دور بھی کہہ دیتے ہیں۔ قدیم دور کا ادب کچھ تو ایسا ہے، جس میں مختلف اشیا، تصورات اور میلانات کے درمیان مقابلہ دکھایا جاتا رہا ہے اور کچھ ایسا ہے، جس میں جانوروں کی زبانی یا کسی عقل مند آدمی کی زبانی سلیقے سے زندگی بسر کرنے کے گر بتائے گئے ہیں۔ گویا یہ سرمایہ ''مسابقاتی نظموں'' اور ''زیرکی ادب'' کا سرمایہ ہے اور اس دور کے حوالے سے ایرانی ادب میں نقد و نظر کی کیفیت کا اندازہ جزوی طور پر ہو جاتا ہے۔

ایرانی بادشاہوں اور بہادروں کی جو داستانیں عربوں کی کتابوں میں درج ہیں ان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہلِ ایران ذوقِ نقد سے محروم نہ تھے۔ پھر مشہور کتاب ''کلیلہ و دمنہ'' کی نقل و اشاعت کا حال بھی یہ اشارہ دیتا ہے کہ ان لوگوں میں نقد و تبصرہ کا ذوق بہر کیف پایا جاتا تھا۔ اس زمانے کی ایک کتاب ہے ''آئین نامہ عشتن'' جس کو فنِ نقد کے اصول سے متعلق شمار کرنے کی کافی

گنجائش موجود ہے۔ یہ کتاب پہلوی زبان میں ہے۔ ایران میں اسلام کی آمد کے بعد نقد ادبی میں جس کتاب کو سب سے قدیم نمونہ کہا جاتا ہے وہ شاہنامہ ابومنصوری کا مقدمہ ہے۔

سامانی اور غزنوی دور میں شاعروں کے یہاں شعر وسخن کی بابت جس طرح اظہار خیال ہوا ہے وہ فنِ نقد میں ان کی بصیرتوں کا پتا دیتا ہے، اس دور کے شعری معرکوں سے بھی ذوقِ نقد کا اندازہ ہوتا ہے۔

سلجوقیوں کے دور میں اگر ایک طرف خاقانی جیسے شاعر کا تعلّی آمیز کلام، اس کی ناقدانہ بصیرت پر گواہ ہے تو دوسری طرف رادویانی صاحب ترجمان البلاغت اور رشید وطواط صاحب حدائق السحر جیسے ادیبوں کی کتابیں بھی ان کے ذوقِ نقد ونظر کا صاف صاف پتا دیتی ہیں۔ ان میں آخری دونوں نام مشہور ہی نہیں بلکہ نقدِ فنی کے مخصوص نمایندے محسوب ہوتے ہیں۔ پھر "قابوس نامہ" اور "چہار مقالہ" جیسی کتابیں ہیں جو اس فن میں خاص مرتبہ رکھتی ہیں۔

ایران میں عہد مشروطیت سے قبل اگر ذکاء الملک فروغی کا نام بہ حیثیت ناقد لائقِ ذکر ہے تو مشروطیت کے بعد بہار مشہدی، محمد علی فروغی، محمد قزوینی، احمد کسروی، سعید نفیسی، عباس اقبال، علی دشتی اور پرویز ناتل خانلری کے نام بھی بھلائے نہیں جاسکتے۔ جدید دور میں ادبی تنقید لکھنے والوں کے دو نظریاتی اسکول اُبھر کر سامنے آئے، ایک مکتب فکر قزوینی اور عباس اقبال کے علاوہ قاسم غنی، شفق اور رشید یاسمی جیسے تنقید نگاروں کی تحریروں سے سربلند ہے، جو نقد ونظر کی قدیم روش کو نئی تنقید کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے میں مصروف رہے اور دوسرا مکتب نقد، لطف علی صورت گر اور صادق ہدایت جیسے لکھنے والوں کا حامی ہے، جو اسلوب کے معاملے میں مغربی نقادوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان ہی کے طرز تنقید سے نزدیکی پانا چاہتے ہیں۔

۱۹۰۶ء میں مشروطیت کے اعلان کے بعد تحقیق وتنقید کے موضوع پر بیش قیمت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ایسی کتابیں لکھنے والوں میں متذکرہ ناقدوں کے علاوہ مجتبیٰ مینوی، جلال متینی، غلام حسین یوسفی، سعیدی سیرجانی، محمد علی اسلامی اور محمد استعلامی کے نام اہم ہیں۔ ان دانشوروں نے فارسی زبان وادب کی تنقید کو جدید اصولوں کی روشنی میں پیش کیا اور ادب کے طالب علم کو نئی جہتوں سے متعارف کرایا ہے۔ انقلاب اسلامی کے بعد بھی، فارسی میں تنقید نگاری کا ارتقا اپنے خاص مزاج وماحول کے تقاضے پورے کر رہا ہے اور مناسب کامیابی کے ساتھ مقبولیت پا رہا ہے۔ ہندستان میں آزادی کے بعد فارسی تنقید کا بیشتر فروغ ایسے جامعاتی، صحافتی تحقیقی مقالات کے توسط سے ہوا ہے جو زیادہ تر اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔

عبدالحسین زرّین کوب

عبدالحسین زرّین کوب ۱۳۰۱ھ ش میں بروجرد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی درس گاہوں میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دانش گاہ تہران میں داخلہ لیا۔ اسی یونیورسٹی سے انھوں نے ادبیات فارسی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ پھر درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے گئے۔

زرّین کوب نے دوران تدریس بے شمار علمی، تحقیقی اور تنقیدی مقالات سپردِ قلم کیے۔ مختلف اہم موضوعات پر انھوں نے کئی گراں قدر کتابیں بھی لکھیں۔ ''با کاروان حلہ'' فارسی کے مختلف قدآور شعرا کے احوال وآثار پر زرّین کوب کے تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ''از گلستان عجم'' کے نام سے پاکستان سے شائع ہوا ہے۔ ''بحر در کوزہ'' مولانا روم کی مثنوی کے قصوں اور تمثیلات کی نقد وشرح پر مشتمل ہے۔ ''جستجو در تصوف'' تصوف کی تعریف وتعبیر اور تاریخی مباحث کا ایک قیمتی مجموعہ ہے۔ ''شعلۂ طور'' میں منصور حلاج کی حیات وفرمودات کی تفصیلیں بیان کی گئی ہیں۔ ''صدای بال سیمرغ'' فریدالدین عطار کی حیات وافکار کے جائزے پر مشتمل ہے اور ''نقد ادبی'' میں تنقید اور تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے علاوہ اور کئی اہم تصانیف انھوں نے قلم بند کیں، جن کی عصری فارسی ادب میں بڑی اہمیت ہے۔

زرّین کوب دانش ور، محقق اور ناقد کے علاوہ ایک مستند شاعر بھی تھے۔ ان کے کلام معاصر رسائل وجرائد میں بکھرے پڑے ہیں ـــــ زرّین کوب ۱۳۷۸ھ ش میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔

تنقید

عبدالحسین زرین کوب

ابوالقاسم فردوسی در طبران طوس دیده به جهان گشود. پدرش از دهقانان طوس بود و در آن ولایت پاره ای ملک داشت. شاعر نیز در جوانی از بهرهٔ ملک و مکنت که داشت از اقران بی نیاز بود، روزگاری آسوده می گذشت. از آغاز کار که به کسب دانش پرداخت، ادب تازی و پارسی آموخت، هم از اوایل حال به خواندن داستانهای کهن رغبت خاص داشت و مخصوصاً بتاریخ گذشتهٔ ایران علاقه می ورزید. همین علاقه به داستانهای کهن بود که او را به فکرِ نظم شاهنامه انداخت.

شاعر به نظم کتاب همت گماشت و سی سال، بیش و کمتر، در سر این کار رنج بُرد. با امید اتمام آن رفته رفته جوانی را به پیری رسانید. و اندک اندک، مایه و مکنت خود را از دست داد. پیری با فقر و بی پناهی به سراغش آمد و در قحطی و تنگی سختی که در حدود سال ۴۰۲ روی داد، آفریدگار رستم از برگ و نوا عاری بود. از ناچاری در صدد شد، پشتیبان و نگهدارنده ای بجوید. به گمان آنکه شاه غزنین، محمود غزنوی، که به شعر دوستی و شاعر پروری آوازه یافته بود قدر کار او را خواهد شناخت، شاهنامه را بنام او کرد و راه غزنین پیش گرفت. اما در دربار غزنه که از توطئه ها و رقابتها و اغراض و مطامع بسیار آکنده بود، ورود او چندان حسن قبول نیافت.

گفته اند که شاعر از این مایه بی اعتنایی و قدر ناشناسی محمود برنجید. سلطان را هجو کرد و از بیم وی از غزنین بیرون آمد. از آن پس یک چند با خشم و ترس در شهرهایی چون هرات، رَی، و طبرستان متواری بود تا به طوس رفت و بین سالهای ۴۱۱ یا ۴۱۴ در آنجا به سختی درگذشت. چند سالی بعد، اگر بر روایتِ مشهور بتوان اعتماد کرد، سلطان را بمناسبتی از شاعر یاد آمد، از رفتاری که با وی، شاید به تلقین حاسدان و رقیبانش کرده بود، پشیمان شد و فرمان داد تا برای وی صله ای شایان از

غزنین بہ طوس گسیل دارند۔ راویانِ این قصہ گویی برای آنکہ آن را جالب تر و موثر تر کردہ باشند، گفتہ اند وقتی این عطای سلطان را از یک دروازۂ طوس بہ شہر می آوردند، جنازہ شاعر را از دروازۂ دیگر بیرون می بُردند۔ بدین گونہ شاعر ہرگز از عطای سلطان بہرہ نیافت و پیش از آنکہ از محمود خشنودی یافتہ باشد، در گزشت۔ از وی جز دختری نماند زیرا پسرش، ہم در حیاتِ پدر وفات یافتہ بود۔

شاہنامہ نہ فقط بزرگترین و پُر مایہ ترین دفترِ شعریست کہ از عہد روزگار سامانیان و غزنویان باز ماندہ است بلکہ در واقع مہم ترین سندِ ارزش و عظمتِ زبان فارسی و روشن ترین گواہِ شکوہ و رونق فرہنگ و تمدنِ ایران کہن است۔ خزانۂ لغت و گنجینۂ فصاحت زبان فارسی است۔ داستانہای ملی و تمام تاریخی قوم ایرانی در طی آن بہ بہترین وجہی نمودہ شدہ است۔ احساساتِ عمیق وطنی و تعالیم لطیف اخلاقی در آن ہمہ جا جلوہ یافتہ است۔ شیوۂ بیان شاہنامہ سادہ و روشن است۔

(ماخوذ از با کاروان حلّہ)

الفاظ و معانی

طبران : ایران کے قدیم شہر "طوس" کا ایک محلہ

طوس : خراسان کا ایک مشہور، قدیم شہر، اسی شہر کا موجودہ نام "مشہد" ہے۔

دیدہ بہ جہان کشودن : دنیا میں آنکھیں کھولنا، پیدا ہونا

دہقان : کسان، کاشتکار، اصل میں یہ لفظ "دہ گان" کا معرب ہے۔ یعنی دس گاؤں والا، یہاں مراد ہے: زمیندار

ولایت : ملک، شہر، یہاں مراد ہے: علاقہ یا صوبہ

مکنت : طاقت، توانائی، آسودگی، دولت، مراد ہے خوش حالی و دبدبہ، زمینداری کی شان و شوکت

پارہ مکنت : مراد ہے: قدرے خوشحالی و شان و شوکت

ملک : ملکیت، جائیداد، مراد ہے زمینداری

اقران : ساتھیوں، پڑوسیوں، واحد قرین، مراد ہے رشتہ داروں، پاس پڑوس والوں

بی نیاز : بے پروا، مستغنی، مراد ہے: ممتاز

روزگاری آسودہ گزشتن : آسودگی کا زمانہ بسر ہونا، زندگی خوشحالی سے گزرنا

از آغاز کار : کام کی ابتدا سے، مراد ہے: شروع زمانہ ہی سے

کسب : کمانا، حاصل

بہ کسب دانش پرداختن : علم کے حصول میں مشغول ہو جانا، پڑھنے لکھنے میں لگ جانا

تازی : عربی

اوائل : پہلے، واحد: اوّل

اوائل حال : مراد ہے: شروع سے ہی، ابتدائی زمانے سے ہی

کہن : پرانا

داستان ہای کہن : قدیم داستانیں، پرانے زمانہ کی کہانیاں

رغبت : دلچسپی، رجحان

تاریخ گزشتۂ ایران : ایران کے ماضی کی تاریخ، ایران کی قدیم تاریخ

علاقہ : تعلق

علاقہ ورزیدن : تعلق رکھنا

نظم : یہاں مراد ہے: "نظم کردن" یعنی نظم کرنا لکھنا۔ شاہنامہ چونکہ منظوم کتاب ہے لہٰذا اُسے تصنیف کرنے کے لیے اسی مناسبت سے یہ لفظ آیا ہے۔

بہ فکر نظم شاہنامہ انداخت : مراد یہ ہے کہ اُسے شاہنامہ لکھنے کی طرف متوجہ کیا، اُسے شاہنامہ لکھنے کا خیال آیا

ہمت گماشتن : کمربستہ ہونا، آمادہ ہونا، عزم کرنا

در سر این کار : اس کام کی دھن میں

رنج بردن : تکلیف اٹھانا، زحمت برداشت کرنا

اتمام : تکمیل، پورا

رسانیدن : پہنچانا

اندک اندک	:	تھوڑا تھوڑا، مراد ہے تھوڑا تھوڑا کر کے، آہستہ آہستہ
مایہ	:	پونجی، مراد ہے: مال و دولت
از دست دادن	:	کھو دینا، گنوا دینا، ختم کر دینا، برباد کر دینا، مترادف: بر باد دادن
فقر	:	فقیری، افلاس و غربت
بی پناہی	:	مراد ہے: بے سروسامانی اور مجبوری، بے بسی
بہ سراغ آمدن	:	کسی کے پیچھے لگ جانا، ڈھونڈنا
در حدود	:	تقریباً
روی دادن	:	ظاہر ہونا، نمودار ہونا
قحطی روی دادن	:	قحط پڑنا
آفریدگار	:	پیدا کرنے والا
آفریدگار رستم	:	رستم جیسے کردار کا تخلیق کار، اس سے اشارہ ہے فردوسی کی طرف
برگ و نوا	:	ساز و سامان
عاری	:	خالی
از برگ و نوا عاری بودن	:	بے سروسامان ہو جانا، تہی دست ہو جانا
صدد	:	کوشش، قصد، تجویز، نزدیکی، منصوبہ
در صدد شدن	:	کوشش کرنا، منصوبہ بنانا، تجویز کرنا، سوچنا
از ناچاری در صدد شد	:	وہ یہ سوچنے اور یہ منصوبہ بنانے پر مجبور ہو گیا
پشتیبان	:	حمایتی، مددگار، سہارا دینے والا
نگہدارندہ	:	دیکھ بھال کرنے والا، مراد ہے: محافظ و سرپرست
بگمان آن کہ	:	اس خیال سے، یہ سوچ کر
شاعر پروری	:	مراد ہے: شعر انوازی، شاعروں کی سرپرستی
آوازہ یافتن	:	شہرت پانا
آوازہ یافتہ بود	:	مشہور تھا

بنام کردن : منسوب کرنا، معنون کرنا

راہ پیش گرفتن : سفر اختیار کرنا، روانہ ہونا

اما : لیکن

توطئہ : سازش

رقابت : دشمنی، لالچ، ریس، مراد ہے: بلاوجہ حسد اور مقابلہ آرائی

اغراض : غرض مندیاں، مطالب، واحد غرض، مراد ہے: غلط مقاصد اور خود غرضیاں

مطامع : طرح طرح کی لالچ، واحد: مطمع

آگندہ بود : بھرا ہوا تھا، مراد ہے: وارد ہوا تھا

ورود : آمد، داخلہ، پہنچنا، وارد ہونا

چندان : اتنا، مراد ہے: کچھ بھی

حسن قبول : مقبولیت، پسندیدگی

مدائح : تعریفات، قصائد: واحد مدح، مراد ہے: ثنا خوانی و ستائش

خوشامد : چاپلوسی، جھوٹی تعریف، مترادف: تملق

قہرمانان : سورما، بہادر، ہیرو، واحد: قہرمان

ازین مایہ : مراد ہے: اس قدر زیادہ، اس حد تک، اس قدر دشوار کن

بی اعتنائی : بے توجہی، لاپروائی

قدر ناشناسی : ناقدری

ہجو کردن : مذمت کرنا، مراد ہے تعریفی قصیدے کے بجائے ایسا قصیدہ لکھنا، جس میں کسی کی مذمت ہو

بیم : خوف، مترادف: باک، ترس

ازان پس : اس کے بعد، پھر

خشم : غصہ، ناراضگی

شہرہا : شہروں، مراد ہے: مختلف شہروں میں

متواری بودن : روپوش رہنا، چھپے رہنا

بین : درمیان

بہ سختی درگزشت : مصیبتیں جھیلتے جھیلتے اس دنیا سے چل بسا

اعتماد کردن : بھروسہ کرنا

بمناسبتی از شاعر : کسی مناسبت سے شاعر کے بارے میں

رفتار : سلوک، مراد ہے: ناانصافی کا رویہ

تلقین : سمجھانا، یہاں مراد ہے: بہکانا، گمراہ کرنا، غلط مشورہ دینا

صلای شایان : شایانِ شان انعام

گسیل داشتن : روانہ کرنا، بھیجنا

راویان : روایت کرنے والے، واحد: راوی

گویی : آپ یوں کہہ سکتے ہیں، گویا کہ، مراد ہے: یہ ممکن ہے کہ

برای آن کہ : اس لیے، اس مقصد سے، اس بات کی خاطر، مراد ہے: محمود غزنوی کی حمایت اور اسے بے قصور بتانے کے لیے

جالب تر : زیادہ دلکش، زیادہ پُرکشش، زیادہ دلچسپ

مؤثر تر : زیادہ پُراثر، زیادہ اثرانداز

مؤثر کردن : پُراثر بنا دینا

عطای سلطان : شاہی انعام، شاہی بخشش

بدین گونہ : اس طرح، اصل میں یہ "باین گونہ" ہے

ہرگز : کسی وقت، کبھی، ہمیشہ، ہرگز، مترادف: زنہار، یہاں مراد ہے: مطلقاً

پیش از اں کہ خوشنودی : مراد ہے: خوشی ملنے سے پہلے ہی

یافتہ باشد : پایا ہو

بزرگ ترین : بہت ہی عظیم

پُرمایہ ترین : بہت ہی قیمتی

دفترِ شعری : شاعری کا دفتر، مراد ہے: منظوم کتاب

باز ماندن	:	باقی رہنا، بچ جانا
باز ماندہ است	:	یادگار ہے
در واقع	:	واقعی، سچ مچ، در حقیقت
مہم ترین	:	بہت ہی اہم
سند	:	دستاویز، ٹھوس تحریری ثبوت
شکوہ	:	دبدبہ، شان و شوکت
فرہنگ و تمدن	:	تہذیب، تہذیب و ثقافت
گنجینہ	:	خزانہ، ذخیرہ
ملی	:	قومی
مآثر	:	کارنامے
در طی آن	:	مراد ہے: اس میں سرتاسر، اس میں شروع سے آخر تک
بہ بہترین وجہی	:	بہت ہی عمدہ صورت میں، بہترین رُخ سے
نمودہ شدن	:	پیش کیا جانا
احساسات	:	وہ چیزیں جن کا اندازہ حواس سے ہو، محسوس کی جانے والی چیزیں، واحد: احساس
تعالیم	:	تعلیمات، واحد: تعلیم
لطیف	:	عمدہ، پاکیزہ، نازک
جلوہ یافتن	:	رونق پانا، اپنے خاص انداز سے نمایاں ہونا

غور کرنے کی باتیں

❖ داخلِ نصاب مضمون کے دراصل دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں فردوسی کے حالاتِ زندگی، اس کے عہد اور ماحول پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ابو القاسم فردوسی کی پیدائش طوس کے علاقہ طبران میں ہوئی۔ اس کے والد ایک خوش حال زمین دار تھے۔ خود فردوسی کی جوانی کا دور بھی خوش حالی اور شان و شوکت کے ساتھ ہی گزرا۔ اس نے دیگر علوم کے

ساتھ ساتھ عربی اور فارسی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ فردوسی کو شروع سے ہی قدیم داستانوں اور خصوصاً ایران کی قدیم تاریخ کے مطالعہ سے زبردست دل چسپی تھی اور اسی دلچسپی نے بالآخر اسے شاہنامہ لکھنے کی طرف متوجہ کیا اور نہایت حوصلے سے کام لے کر اس نے اس کتاب کو نظم کرنے میں تیس برسوں تک مسلسل زحمت برداشت کی۔ یہاں تک کہ اس کی جوانی، بڑھاپے میں بدل گئی اور اس کی خوش حالی و شان و شوکت اور اس کا زمین دارانہ کرّ و فر غریبی اور تنگ دستی میں تبدیل ہو گیا۔ اسی زمانے میں یعنی ۴۰۲ھ ہجری میں سخت خشک سالی آئی، جس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ ان حالات سے مجبور ہو کر فردوسیؔ نے غزنین کے سفر اور شاہنامہ کو محمود غزنوی کے نام معنون کرنے کا منصوبہ بنایا کیوں کہ اس نے شعر و سخن سے محمود غزنوی کی دل چسپی اور شعر انوازی کا شہرہ سن رکھا تھا۔ لیکن محمود غزنوی کے دربار میں چلنے والی اندرونی سازشوں، رقابتوں اور وہاں ہونے والی طرح طرح کی چپقلش اور چاپلوسیوں کے نتیجہ میں اُسے کامیابی نہیں مل سکی۔ محمود غزنوی کو قدیم سورماؤں کی تاریخ سے کہیں زیادہ خوشامدی شاعروں کی زبانی اپنی تعریف و ثنا گستری سے دل چسپی تھی۔ چنانچہ وہ فردوسیؔ کی شاعری کا مرتبہ سمجھ ہی نہیں سکا۔ اس طرح محمود غزنوی کی بے التفاتی اور ناقدری سے فردوسی کو بڑا صدمہ پہنچا۔ وہ طوس چلا آیا اور یہیں ۴۱۱ھ یا ۴۱۶ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ ایک غیر مصدقہ لیکن مشہور روایت کے بموجب، فردوسیؔ کی وفات کے چند سال بعد، محمود غزنوی کو اس کے بارے میں پچھلی باتیں یاد آئیں تو وہ اپنے گزشتہ سلوک پر خود ہی شرمندہ ہوا اور اس نے شاہی انعام، غزنین سے طوس بھیجے جانے کا حکم صادر کیا۔ اس واقعہ کی روایت کرنے والوں نے اسے محض دلچسپ اور پُر اثر بنانے کے لیے یہ بھی بتایا ہے کہ جس وقت یہ شاہی انعام ایک دروازے سے شہر طوس میں پہنچ رہا تھا، عین اُسی وقت دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ شہر سے باہر آ رہا تھا۔ گویا اس طرح شاعر عطائے سلطانی سے بہرہ مند ہونے اور محمود غزنوی کی خوش نودی پانے سے پہلے ہی دنیا سے چل بسا۔

فردوسی کے پسماندگان میں صرف اس کی ایک بیٹی تھی، کیوں کہ اس کا بیٹا اس کی زندگی ہی میں وفات پا چکا تھا۔

❖ اس مضمون کا دوسرا حصہ یا یوں کہا جائے کہ اس مضمون کا آخری پیراگراف ''شاہنامہ'' کے بارے میں ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ سامانی اور غزنوی دور کی یادگار یہ منظوم و ضخیم کتاب دراصل بہت ہی عظیم اور بہت ہی بیش قیمت شعری سرمایہ ہے۔ یہ بلاشبہ فارسی زبان کی عظمت و ارزش کے لیے بہت ہی اہم سند بھی ہے اور قدیم ایرانی تہذیب و تمدن کی رونق اور اس کے دبدبے پر روشن گواہ بھی۔ ''شاہنامہ'' لغت کا خزانہ ہے اور فارسی زبان کی فصاحت کا گنجینہ۔ اس کتاب میں ایرانیوں کے تاریخی کارنامے اور ان کی ملی داستانیں بہترین انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ پاکیزہ اخلاقی تعلیمات اور گہرے وطنی احساسات اس میں ہر جگہ نمایاں ہیں۔ اس کتاب کا اسلوب سادہ بھی ہے اور روشن بھی۔

- یہ غور کرنے کی بات ہے کہ تحقیق وتنقید کی رعایت سے اس مضمون کے شروعاتی حصے یا ابتدائی دو پیراگراف میں شاعر کی زندگی، اس کی شخصیت، اس کے زمانے، اس کے معاشرے، اس کے ماحول اور خاندانی منظر و پس منظر کی تمام ضروری باتیں پڑھنے والوں کے سامنے لادی گئی ہیں۔ اس مضمون سے فردوسی کے اصل نام، اس کے وطن اور اس کی سماجی، خاندانی اور شخصی حیثیت کے بارے میں ٹھوس تاریخی معلومات ہم تک پہنچتی ہیں۔ اس بات کا پتا چلتا ہے کہ شروع سے ہی اس کا مزاج کیسا تھا؟ اس کا پسندیدہ موضوع مطالعہ کیا تھا؟ وہ کن کن زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا اور اس کی جوانی کا زمانہ کیسا گزرا تھا؟ اس کے مزاج کی وہ کون سی اٹھان تھی اور ابتدا سے ہی اس کے کون سے خاص میلانات اور رجحانات تھے، جس کی وجہ سے وہ شاہنامہ لکھنے پر کمربستہ ہوا اور اس کام کے لیے اس نے اپنی پوری جوانی اور ساری خاندانی دولت قربان کر دی۔
- مضمون کا دوسرا حصہ یا آخری پیراگراف مختصر سہی مگر بہت ہی جامع ہے۔ یہ ''عملی تنقید'' کا ایک نمونہ ہے کیوں کہ اس میں ایک ادبی فن پارے کی حیثیت سے شاہنامہ کا علمی وفنی اور اصولی تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فارسی ادبیات کی تاریخ میں اس کتاب کا تعلق کس شخصی دور سے ہے۔ فارسی زبان اور ایرانی تہذیب وتاریخ کے لحاظ سے اس میں پیش کردہ بیانات اور مضامین کا مرتبہ کیا ہے؟ جذبات واحساسات اور مقصد کی پیشکش کے اعتبار سے یہ کتاب کیسی ہے اور اس کے اسلوب کی خوبیاں کیا ہے؟ گویا موضوع ومضامین اور مقصد واسلوب نیز تاریخی وثقافتی اہمیت واثرات غرض کہ تمام ضروری پہلوؤں کو پیش کر دیا گیا ہے۔

معروضی سوالات

۱- خالی جگہیں پر کیجیے:

(الف) زرّیں کوب.............میں پیدا ہوئے۔

(ب) ''دہقان'' لفظ.............کا معرب ہے۔

(ج) زرّیں کوب.............میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

۲- فردوسی کے مطالعہ کا خاص موضوع کیا تھا؟

۳- طوس کا موجودہ نام کیا ہے؟

۴- ''تازی'' کس زبان کو کہتے ہیں؟
۵- ''با کاروانِ حلہ'' کے اُردو ترجمہ کا نام کیا ہے؟
۶- ''شاہنامہ'' کتنے سال میں مکمل ہوا؟
۷- فردوسی کے وطن میں قحط کب پڑا؟
۸- ''شاہنامہ'' کس دور کی یادگار ہے؟
۹- مضمون نگار نے ''آفریدگارِ رستم'' کس کو کہا ہے؟
۱۰- فردوسیؔ کے لیے انعام کس شہر سے روانہ ہوا تھا؟
۱۱- فردوسیؔ نے کس کی ہجو لکھی؟

تفصیلی سوالات

۱- درج ذیل جملے کا مطلب واضح کیجیے:
(الف) ''آفریدگارِ رستم از برگ و نوا عاری بود''۔
(ب) ''سلطان... قدرِ سخن فردوسیؔ ندانست''۔
۲- فردوسیؔ کی زندگی پر ایک جامع نوٹ لکھیے۔
۳- شاہنامہ فردوسی کی خوبیوں پر روشنی ڈالیے۔
۴- زریں کوب کے حالاتِ زندگی اور کارناموں سے اپنی واقفیت ظاہر کیجیے۔
۵- فارسی میں تنقید نگاری کے ارتقا پر اختصار سے اظہار خیال کیجیے۔
۶- تنقید یا نقدِ ادب سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وضاحت کیجیے۔
۷- عملی تنقید کا مطلب کیا ہے؟ اپنے سبق کی روشنی میں سمجھائیے۔
۸- تنقید، تحسین اور تنقیص کا فرق بتائیے۔

عملی کام

۱- اپنے سبق میں آنے والے محاوروں کو جمع کیجیے اور ان کے معنی لکھیے۔
۲- اس سبق میں جن مقامات کے نام آئے ہیں، ان کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

مصاحبہ

تحریروں کی مختلف نوعیت ہوتی ہے اُن میں ایک مصاحبہ بھی ہے۔ یہ باضابطہ "ملاقات" یا "انٹرویو" کے لیے استعمال ہونے والا جدید فارسی زبان کا ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ "مصاحبہ" یا انٹرویو کے بارے میں یہ ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس کا صحافت سے خاص رشتہ ہوتا ہے۔

نشر و اشاعت کی دنیا میں "صحافت" کا خاص مقام ہے۔ صحافت کے مختلف عملی پہلو ہوتے ہیں اور صحافت کے کام کی الگ الگ نوعیت بنتی ہے جسے صحافت کے مختلف شعبوں کا نام دیا جاتا ہے۔ صحافت میں جس طرح خبروں کی رپورٹنگ، اداریہ نویسی، مختصر مضمون نگاری اور فیچر نگاری وغیرہ کی اہمیت ہوتی ہے اسی طرح یہاں "انٹرویو نگاری" یا "مصاحبہ نویسی" بھی حد درجہ اہم ہے۔ "مصاحبہ نگاری" دراصل کسی مسئلے، کسی واقعہ، کسی رجحان یا کسی مشاہدے اور تجربے کے بارے میں متعلقہ افراد کے نقطۂ نظر معلوم کرنے کا فن ہے اور اس طرح یہ سوال و جواب یا بات چیت کی صورت میں ہونے کے باوجود بھی، عام مکالمہ اور گفتگو سے ذرا مختلف ہو جاتا ہے۔ صحافتی انٹرویو کی الگ الگ نوعیتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً خبری انٹرویو، معلوماتی انٹرویو، مذاکراتی انٹرویو، ادبی انٹرویو اور شخصی انٹرویو۔

یہاں آقائی طاہری سے جس شخص نے انٹرویو لیا ہے، اس نے اسی لحاظ سے خود کو "خبر نگار رادیو" یعنی ریڈیو کا نمائندہ صحافی کہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، اس کا تعلق "نشریاتی صحافت" یا "الکٹرونک میڈیا" سے ہے۔

"مصاحبہ" یا انٹرویو دراصل حقائق کو معلوم کرنے کا ایک اہم اور بہترین طریقہ ہے۔ اگرچہ یہ ایک صحافتی چیز ہے، لیکن اس سے زبان و ادب کو بھی فائدے پہنچتے ہیں۔ "مصاحبہ" میں ایک قسم کی بات چیت ہی ہوتی ہے۔ اس بات چیت سے کردار کے مذہب و اخلاق، اس کے مزاج، اس کے ہنر و حوصلے، اس کی سوچ اور اس کی تہذیب کا عکس سامنے آجاتا ہے۔ انٹرویو کی زبان کتابی نہیں بلکہ تکلمی ہوتی ہے۔ یہاں آقائی طاہری سے جو انٹرویو لیا گیا ہے۔ اس کی زبان موجودہ تکلمی زبان ہے اور اس میں بہت سارے ایسے الفاظ آئے ہیں جو مجلسی گفتگو اور اس کے آداب و طریقے سیکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ انٹرویو کے مطالعہ کی ادبی

اہمیت یوں بھی ہے کہ اس سے سوال و جواب، ملاقاتی ماحول کی بات چیت اور مکالمہ نگاری کے لیے ہنرمندانہ نکات سامنے آتے ہیں اور زبانی امتحانات میں جواب دینے کا سلیقہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

''مصاحبہ'' یا ''انٹرویو'' بظاہر مکالمہ معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت ان میں بڑا فرق ہے۔ ملاقات کے دوران کسی قسم کی بات چیت ''مکالمہ'' ہے اور کسی خاص مقصد کے لیے سوال و جواب کی شکل میں باقاعدہ گفتگو ''مصاحبہ''۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ انٹرویو لینے والے کے ذہن میں سوالات کا خاکہ واضح رہے۔ وہ مناسب و مہذب طریقے سے اپنا تعارف پیش کر کے گفتگو کی شروعات کر سکے اور وہ ایسی منتخب شخصیت کا، اس مقصد کے لیے انتخاب کرے، جس کی باتیں اسے مضمون یا کہانی بنانے میں مدد دے سکیں اور مفید ثابت ہوں۔

مصاحبه ای با آقای طاهری

خبرنگار : سلام علیکم، ببخشید، من خبرنگار رادیو هستم، برای مصاحبه با شما آمدم۔ اجازه می دهید۔

طاهری : خواهش می کنم، بفرمائید۔

خبرنگار : ممکن است خودتان را معرفی کنید؟

طاهری : من محمد طاهری، شغل نجار۔

خبرنگار : شما چند سال دارید؟ واهل کجا هستید؟

طاهری : من پنجاه و شش سال دارم و اهل ساری هستم۔

خبرنگار : چند تا بچه دارید؟ شغل بچه های تان چیست؟

طاهری : من سه تا پسر و یک دختر دارم۔ پسر بزرگم، تازه دکتر شده۔ پسر دوم مهندس برق است۔ دخترم شوهر و دو تا بچۂ کوچیک دارد۔ دخترم خانه دار است۔ پسر کوچیکم هنوز درس می خواند در رشتۂ شیمی۔

خبرنگار : لطفاً یک خورده از خانواده خودتان حرف بزنید۔

طاهری : من در یک خانوادۂ نسبتاً فقیر به دنیا آمدم۔ پدرم کفاش بود۔ درآمدی زیادی نداشت۔ ما پنج تا خواهر و برادر بودیم۔ من پسر بزرگ خانواده بودم و مجبور بودم به پدرم کمک بکنم۔ پدرم من را به نجاری فرستاد چون کفاشی را دوست نداشتم۔ روزها می رفتم کار و شبها درس می خواندم۔ دیپلم متوسط را گرفتم و بعد رفتم سربازی۔ بعد از خدمت سربازی، یک کارگاه کوچک برای خودم درست کردم و شروع کردم به کار۔ الحمد للہ روز به روز کارم بهتر شد و درآمدی بیشتری داشتم۔ خرج تمام خانواده را می دادم۔ چون پدرم پیر شده بود و نمی توانست کار بکند۔ بعد ها با کوشش و کار زیاد موفق شدم که یک کارخانه نجاری تاسیس بکنم۔

الحمد للہ امروز توی این کارخانہ بیش از صد و بیست نفر کارگر کار می کنند۔

خبرنگار : سرگذشت جالبی دارید، آقای طاہری۔ شما آدم موفقی ہستید۔ حالا بفرمائید اوقات فراغت را چہ طوری گزرانید؟

طاہری : معمولاً کتاب و روزنامہ می خوانم۔ تلویزیون تماشا می کنم۔ گاہی می روم مسجد، گاہی با خانم می رویم پارک، گاہی بہ دیدن فامیلہا و دوستان می رویم۔ گاہی ہم مہمان داریم۔ بچہ ہا و نوہ ہایمان می آیند پیش ما۔

خبرنگار : آقای طاہری پیام شما برای جوانان چیست؟

طاہری : اولاً ہیچ وقت خدا را فراموش نکنند۔ ثانیاً از کار نترسند و تا می توانند کار و تلاش بکنند۔

خبرنگار : من متشکرم آقای طاہری۔ موفق باشید۔ خداحافظ۔

(ماخوذ از آزفا، جلد دوم)

الفاظ و معانی

مصاحبہ	:	انٹرویو، ملاقات
خبرنگار	:	نامہ نگار، مترادف: خبرنویس، مراد ہے: اخباری نمائندہ یا ریڈیو کا نمائندہ، صحافی
ببخشید	:	"معاف فرمائیں"۔ یہ لفظ رسماً اور اخلاقاً اظہار معذرت کے طور پر ہے جیسے انگریزی میں "اکس کیوز می" یہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جب کچھ کہنے کے لیے، ادب و اخلاق اور تہذیب و شائستگی کے ساتھ کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہو۔
اجازہ می دہید	:	اجازت دیں، اجازت مرحمت فرمائیں
خواہش می کنم	:	"ضرور ضرور، کیوں نہیں، میری بھی یہی خواہش ہے" (یہ ٹکڑا بھی طلب اجازت کے پُر تکلف جواب کے طور پر ہے، اجازت دینے کا ایک خوبصورت انداز تکلم، جیسا کہ اردو میں بھی ایسے موقع پر کہا جاتا ہے، ضرور ضرور، کیوں نہیں؟ میرا بھی یہی خیال ہے۔
بفرمائید	:	تشریف رکھیے، فرمائیے (یہ بھی پُر تکلف و شائستہ گفتگو کا عام محاورہ ہے)

خود را معرفی کردن	:	اپنا تعارف کرانا
نجار	:	بڑھئی
شما چند سال دارید؟	:	آپ کی عمر کیا ہے؟
ساری	:	شہر کا نام ہے
پسر بزرگ	:	بڑا لڑکا
تازہ	:	ابھی ابھی، حال ہی میں
دکتر	:	ڈاکٹر
مہندس	:	انجینئر
مہندس برق	:	الیکٹرانک انجینئر
بچہ کوچک	:	ننھا، کم عمر بچہ
دختر خانہ دار	:	گھریلو لڑکی، مراد ہے، خاتون خانہ، گھریلو عورت
ہنوز	:	ابھی، اب تک
درس می خواند	:	پڑھ رہا ہے، زیر تعلیم ہے
رشتہ	:	تعلق، سلسلہ، دھاگا
شیمی	:	علم کیمیا، کیمسٹری
رشتۂ شیمی	:	مراد ہے، کیمسٹری گروپ سے یا شعبۂ کیمسٹری میں، کیمسٹری کا کورس
لطفاً	:	مہربانی فرما کر، از راہ کرم
یک خوردہ	:	تھوڑا سا، کچھ، مراد ہے چند باتیں
بہ دنیا آمدن	:	دنیا میں آنا مراد پیدا ہونا
کفاش	:	موچی
درآمدی	:	آمدنی
زیادی	:	اضافی، کچھ زیادہ
کمک کردن	:	مدد کرنا، ہاتھ بٹانا

نجاری	:	بڑھئی کا کام، بڑھئی گیری، فرنیچر کا کاروبار
کفاشی	:	موچی کا کام، موچی گیری، جوتے گانٹھنے کا کام
دوست داشتن	:	پسند کرنا
دیپلم متوسط	:	درجاتِ متوسطہ کی سند، ہندوستان میں میٹرک کی سند کے مساوی
وبعد	:	اور پھر، اور اس کے بعد
سربازی	:	فوجی ٹریننگ
خدمت سربازی	:	فوجی ملازمت، فوجی خدمت
کارگاہ	:	کارخانہ
درست کردن	:	تیار کرنا، بنانا
کارگاہ درست کردن	:	کارخانہ کھولنا
خرج	:	خرچ
نمی تواانست کار بکند	:	وہ کام کرنے کے لائق نہیں رہے
کار زیاد	:	زیادہ کام، مراد ہے انتہائی محنت
موفق شدن	:	کامیاب ہونا
تاسیس کردن	:	بنیاد رکھنا، قائم کرنا
توی	:	میں، اندر
نفر	:	فرد، جمع: افراد، اشخاص، یہاں یہ لفظ محض تعداد بتانے کے لیے ہے
کارگر	:	کاریگر، مزدور
صد و بیست نفر کارگر	:	ایک سو بیس مزدور یا کاریگر
سرگزشت	:	گزرا ہوا حال، ماجرا، آپ بیتی
سرگزشت جالبی	:	دلچسپ سرگزشت، دلچسپ کہانی، دلچسپ آپ بیتی
آدم موفقی	:	کامیاب آدمی
حالا	:	فی الوقت، ابھی، مراد ہے ان دنوں

حالا بفرمائید : ان دنوں بتائیں کہ...

فراغت : فرصت

معمولاً : روزمرّہ کے کام کے طور پر، مراد ہے: حسبِ معمول

تلویزیون : ٹیلی ویژن

تماشا کردن : دیکھنا

خانم : بیگم، اہلیہ

فامیل : خاندان

بہ دیدن فامیلہا : رشتہ داروں اور خاندان کے لوگوں سے ملاقات کے لیے

گاہی : کبھی

مہمان داشتن : مہمانداری کرنا، میزبانی کرنا، مراد ہے: آنے والے مہمانوں کے ساتھ وقت گزارنا

نوہ : نواسہ

از کار ترسیدن : کام سے گھبرانا، محنت سے بھاگنا، کام سے ڈرنا

کار و تلاش : مراد ہے محنت و جستجو

متشکرم : شکریہ، میں شکر گزار ہوں

موفق باشید : آپ کامیاب رہیں، یہ جملہ نیک خواہشات کے اظہار کے لیے ہے

غور کرنے کی باتیں

❖ ''مصاحبہ با آقای طاہری'' کے عنوان سے آپ نے جو کچھ پڑھا وہ ایک ''شخصی انٹرویو'' ہے۔ اس میں ریڈیو کے نمایندہ صحافی نے ایک ایسے شخص سے باضابطہ ملاقات کی ہے، جو زندگی کے ایک خاص شعبے میں اپنی محنت سے کامیاب ہوا ہے۔ اس طرح جو شخصیت اُبھرتی ہے، اس کی باتیں لوگ خود اسی کی زبانی سننا پسند کرتے ہیں۔ یہ خصوصی طور پر کی گئی بات چیت ہے، اس سے انٹرویو لینے والے کے شعور انتخاب کا بھی پتا چلتا ہے کہ اس نے اس کام کے لیے ہر لحاظ سے ایک مناسب شخصیت کا انتخاب کیا ہے۔ آقا طاہری شاعر یا ادیب نہیں اس لیے یہ انٹرویو ''ادبی'' نہیں کہا جاسکتا۔

اس میں کسی خاص مسئلہ، واقعہ یا بیان کے بارے میں تبادلۂ خیال بھی نہیں ہوا ہے، اس لیے یہ ''مذاکراتی انٹرویو'' بھی نہیں ہے۔ اس کا مقصد خاص خبر کے بارے میں ردِّعمل معلوم کرنا بھی نہیں ہے اس لیے یہ ''خبری انٹرویو'' بھی نہیں اور اس کا تعلق کسی وقتی مشاہدے اور تجربے وغیرہ کے بارے میں کوئی خاص اور تازہ و منفرد معلومات حاصل کرنے سے بھی نہیں لہٰذا یہ ''معلوماتی انٹرویو'' کے ذیل میں بھی نہیں آتا بلکہ جیسا کہا گیا یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ''شخصی انٹرویو'' ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے ہمیں بہت سی کام کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

- شخصیت کے انتخاب اور انٹرویو کے طریقہ کی رعایت سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ داخلِ نصاب ''مصاحبہ'' ہر لحاظ سے جامع اور کامیاب ہے۔ یہاں انٹرویو لینے والے نے کوئی فضول اور غیر ضروری بات نہیں پوچھی ہے بلکہ یہاں جو سوالات کیے گئے ہیں وہ معلوماتی و مقصدی ہیں اور ان میں فطری ترتیب بھی ہے۔
- یہ ''شخصی انٹرویو'' ہے اس لیے اس کا موضوع بہر حال ''شخصیت'' ہی ہے۔ اسے پڑھنے سے سوال کرنے کی تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے۔ انٹرویو لینے والا، ریڈیو کا نمائندہ، صحافی ایک مہذب اور سنجیدہ آدمی ہے جو پہلے اپنا تعارف کراتا ہے، آنے کا مقصد بتاتا ہے، اور تب اجازت پاکر انٹرویو دینے والے سے اس کا تعارف مانگتا ہے۔ انٹرویو لینے والا صبر و سکون سے تمام چھوٹے بڑے جوابات سنتا ہے، حسبِ موقع اپنے بعض سوال کا مفصّل جواب پاکر اپنے بروقت تاثر کا بھی اظہار کرتا ہے۔ وہ درمیان سے بات کاٹتا نہیں ہے بلکہ جواب مکمل ہونے کا انتظار کرتا ہے اور تب مختصر اظہارِ تاثر کے ساتھ اپنا اگلا سوال سامنے لاتا ہے۔ اور ضروری باتوں کے بعد قاعدے سے شکریہ کے ساتھ انٹرویو کا سلسلہ ختم کرتا ہے۔ اُسے اپنا مقصد یاد ہے کہ وہ صرف معلومات جمع کرنے کے لیے نہیں آیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ آخری سوال کی صورت میں آقائی طاہری سے نوجوانوں کے لیے ان کا پیغام مانگنا نہیں بھولتا ہے۔ یہ آخری سوال انٹرویو کی مقصدیت اور ضرورت کے لحاظ سے بہت ہی اہم ہے اور گویا تمام باتوں کا نچوڑ سامنے لا دینے میں مددگار رہتا ہے۔
- اس انٹرویو سے یہ پہلو روشن ہوتا ہے کہ اس میں آقائی طاہری نے جواب دینے کا نہایت مناسب اور تشفی بخش طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہاں نہ تو کسی سوال کے جواب میں تشنگی ہے، نہ ہی بات ٹالنے کی کوشش اور نہ ہی غیر ضروری طور پر اِدھر اُدھر کی باتوں کا اظہار، بلکہ اکثر جواب مختصر اور برمحل ہے۔ البتہ جہاں قدرے تفصیل سے بتانے کی ضرورت آئی ہے وہاں اس سے بلا وجہ گریز بھی نہیں کیا گیا ہے۔ انٹرویو کے حصہ جوابات سے، انٹرویو دینے والے کی شخصیت اور اس کی نفسیاتی کیفیت جھلکتی ہے۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ وہ نہ تو احساسِ کمتری میں مبتلا ہے اور نہ ہی احساسِ برتری کا شکار ہے بلکہ وہ ایک عملی، حقیقت پسند اور مذہبی مزاج رکھنے والا آدمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنی کامیابیوں کا ذکر کرتا

ہے اور ترقی کی باتیں بتاتا ہے تو ''الحمدللہ'' کہنا نہیں بھولتا ہے۔

- اس ''مصاحبہ'' سے آقای طاہری کی زندگی اور شخصیت کے بارے میں تمام ضروری باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ یہاں انٹرویو دینے والے کی جو کہانی بنتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام محمد طاہری ہے۔ وہ پیشہ کے لحاظ سے ایک بڑھئی ہے۔ اس کی عمر ۶۵ سال ہے اور ''ساری'' کا رہنے والا ہے۔ اس کے تین لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔ بڑا لڑکا حال ہی میں ڈاکٹر بنا ہے، دوسرا لڑکا الیکٹرانک انجینئر ہے۔ آقای طاہری کی بیٹی کی شادی ہو چکی ہے اور اس کے دو بچے بھی ہیں۔ آقای طاہری کا سب سے چھوٹا لڑکا ابھی زیر تعلیم ہے اور اس کا خاص مضمون کیمسٹری ہے۔ انٹرویو دینے والے نے ایک سوال کے جواب میں اپنے خاندان کی جو تفصیل بتائی ہے اس سے پتا چلا ہے کہ وہ ایک بہت ہی غریب خاندان کا فرد ہے۔ اس کے باپ موچی کا کام کرتے تھے اور ان کی آمدنی بہت ہی مختصر تھی۔
- آقای طاہری، اپنے پانچ بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔ چنانچہ خاندان کا بڑا بیٹا ہونے کے ناطے انھیں اپنے والد کے کاموں میں ہاتھ بٹانا پڑتا تھا۔ وہ کام سے نہیں بھاگتے تھے لیکن موچی کا کام انھیں بالکل ہی پسند نہ تھا، چنانچہ ان کے رُجحان کا خیال رکھتے ہوئے ان کے والد نے انھیں بڑھئی کے کام میں لگا دیا۔ وہ دن کو کام میں جاتے اور رات کو اپنے کورس کی کتابیں پڑھتے تھے۔ اس طرح انھوں نے ''دیپلم متوسط'' یعنی میٹرک تک تعلیم مکمل کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے ''خدمتِ سربازی'' یعنی فوجی خدمت انجام دی۔ پھر اپنا چھوٹا سا کارخانہ قائم کر کے کام شروع کیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے باقاعدہ، بڑھئی کا یعنی فرنیچر سازی کا کارخانہ قائم کر لیا۔ آقای طاہری نے بتایا کہ آج اس کارخانے میں ایک سو بیس سے زیادہ افراد کام کر رہے ہیں۔ پھر ایک اور سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ میں اپنا فارغ وقت کتابوں اور روزناموں کے مطالعہ میں صرف کرتا ہوں، ٹی وی دیکھتا ہوں، کبھی مسجد میں چلا جاتا ہوں، کبھی بیگم کے ساتھ پارک میں اور کبھی اپنے رشتے داروں اور دوستوں سے ملاقات کے لیے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی خود میرے یہاں، میری بیٹی، داماد اور میرے نواسے آجاتے ہیں اور ان کے ساتھ فارغ وقت گزرتا ہے۔
- آقای طاہری نے انٹرویو لینے والے کے آخری سوال کا جواب دیتے ہوئے پیغام کی صورت میں جو کچھ کہا ہے، دراصل وہ بہت ہی اہم ہے کیوں کہ اس میں اس انٹرویو یا آقای طاہری کی زندگی سے ملنے والا سبق پوشیدہ ہے۔ انھوں نے دو باتیں کہی ہیں، ایک تو یہ کہ ہم اپنے رب کو کسی وقت فراموش نہ کریں اور دوسری بات یہ کہ کام سے نہ گھبرائیں اور ہر وقت محنت اور جستجو میں لگے رہیں۔ آقای طاہری کا یہ پیغام دراصل کامیاب زندگی گزارنے کا بڑا نسخہ ہے اور ان کی زندگی و کامیابی سے سیکھنے اور سمجھنے کی سب سے اہم بات یہی ہے۔

معروضی سوالات

۱- انٹرویو دینے والے کا نام بتائیے۔
۲- انٹرویو لینے والا کون ہے؟
۳- اس انٹرویو میں ''آدم موقعی'' کس کو کہا گیا ہے اور اس کا کیا مطلب کیا ہے؟
۴- اس انٹرویو کی نوعیت اور اس کا موضوع بتائیے۔
۵- انٹرویو دینے والے کی عمر کیا ہے؟
۶- آقائی طاہری کے کارخانے میں کتنے کاریگر کام کرتے ہیں؟
۷- آقائی طاہری کے والد کا پیشہ کیا تھا؟
۸- انٹرویو لینے والا کیسی صحافت سے تعلق رکھتا ہے؟
۹- آقائی طاہری کتنے بھائی بہن تھے؟
۱۰- ''صدو بیست'' کو عدد میں لکھیے۔
۱۱- آقائی طاہری کا دوسرا بیٹا کیا ہے؟
۱۲- تعلیم حاصل کرنے کے بعد طاہری کون سی ملازمت میں گئے؟
۱۳- آقائی طاہری کے پیشہ کا نام بتائیے۔
۱۴- آقائی طاہری کی جائے پیدائش کا نام بتائیے۔
۱۵- انٹرویو لینے والے کا آقائی طاہری سے آخری سوال کیا تھا؟
۱۶- آقائی طاہری نے موچی کا کام کیوں نہیں سیکھا؟
۱۷- آقائی طاہری نے اپنے پیغام میں کون سی دو باتیں بتائی ہیں؟
۱۸- انٹرویو لینے والے نے آقائی طاہری سے کس کے لیے پیغام مانگا؟
۱۹- انٹرویو لینے والا کیا کہہ کر رخصت ہوا؟

تفصیلی سوالات

۱- ''مصاحبہ نگاری'' کے عنوان پر ایک جامع نوٹ لکھیے۔

۲- داخلِ نصاب مصاحبہ کی مدد سے آقای طاہری کے حالاتِ زندگی قلم بند کیجیے۔

۳- "مصاحبہ" اور "مکالمہ" میں کیا فرق ہے؟ بتائیے۔

۴- انٹرویو لینے والے کی شخصیت پر ایک نوٹ لکھیے۔

۵- آقای طاہری کی شخصیت پر روشنی ڈالیے اور بتائیے کہ نوجوانوں کے لیے ان کا پیغام کیا ہے؟

۶- درج ذیل کی تعریف لکھیے:

صحافت　مصاحبہ نگاری　معلوماتی مصاحبہ　شخصی مصاحبہ

۱۰- تکلّمی لحاظ سے درج ذیل کا مفہوم اور محلِ استعمال واضح کریں:

ببخشید　خواہش می کنم　لطفاً　حالا بفرمائید　موفق باشید　متشکرم　شما چند سال دارید

عملی کام

۱- درج ذیل محاورات کے معنی اپنی کاپی پر لکھ کر یاد کیجیے:

خود را معرفی کردن　دیپلم گرفتن　حرف زدن　تماشا کردن

۲- فارسی میں بات چیت کی کوشش کیجیے۔

۳- کتابوں اور روزناموں میں کامیاب شخصیتوں کے انٹرویو پڑھنے کی عادت ڈالیے۔

۴- اس سبق میں آنے والے پیشہ وروں کے نام جمع کیجیے اور ان کے معنی لکھیے۔

۵- اپنے دوستوں میں سے کسی کے ساتھ مصاحبہ کے لیے چند سوال بنائیے اور ان سے جواب حاصل کیجیے، پھر اُسے اپنے استاد کو دکھلائیے اور اصلاح لیجیے۔

حصّۂ نظم

نعت گوئی

مدحیہ یا توصیفی شاعری کی، اپنے ممدوح و موصوف اور مخاطب کے اعتبار سے مختلف قسمیں ہیں۔ اس بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک وسیع مفہوم میں، قصیدے کی شاعری، اپنی مختلف اضافتوں اور نسبتوں سے، مختلف نام کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ ان ہی میں سے ایک، وہ بھی ہے جسے ”نعت“ کہتے ہیں۔ ”نعت“ کے لفظی معنی اگرچہ وصف کے ہیں لیکن عرف عام و خاص میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بابرکات اور اپنے اظہار عقیدت ومحبت کے لیے مخصوص ہے۔ مرثیہ اور دوسری کئی صنفوں کی طرح نعت بھی ایک موضوعی صنف ہے۔ نعت کے لیے کوئی مخصوص ہیئت نہیں ہوتی بلکہ کسی بھی فورم میں نعت کہی جاسکتی ہے۔ عربی، فارسی اور اردو میں رائج تمام صنفوں میں نعتیں موجود ہیں۔

نعت گوئی ایک مستقل اور نازک فن ہے، کہا گیا ہے کہ نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ نعت کہنے والے کے لیے قدم قدم پر احتیاط لازم ہے۔ اگر نعت کہنے والا محض شاعرانہ شوخی سے کام لے اور خلاف ادب الفاظ سے دامن نہ بچائے تو یہ بڑے وبال کی بات ہے۔

نعتیہ شاعری میں رسول پاک ﷺ کی مبارک سیرت، آپ ﷺ کے اقوال ومعجزات اور آپ ﷺ کے شمائل وخصائل کا بیان ہوتا ہے۔ شاعر، رسول محترم ﷺ کا سراپا بیان کرتا ہے اور اسلامی عقیدے کی رُو سے نہایت ہی ادب وعقیدت کے ساتھ بتاتا ہے کہ اس کائنات میں آپ ﷺ کا مرتبہ کیا ہے؟

فارسی میں نعتیہ شاعری کی مسلسل روایت موجود ہے اور یہ بات بھی اہم ہے کہ ہندستان میں نعت کی داغ بیل فارسی شاعری نے ہی ڈالی ہے۔ زمانے بدلتے رہے ہیں اور زبانیں بدلتی رہی ہیں لیکن نعتیہ شاعری کی روایت ہمیشہ اور ہر جگہ قائم رہی ہے۔ نعتیہ قصیدے بھی بکثرت لکھے جاتے رہے ہیں اور علاحدہ سے نعتیہ نظمیں بھی لکھی گئی ہیں۔ ان سب کے علاوہ نعتیہ کلام کی پیش کش کا ایک عمومی طریقہ یہ رہا ہے کہ ایسے اشعار کسی نظم یا مثنوی کے شروع میں لائے جاتے ہیں۔ نصاب میں داخل نعت شریف بھی خسرو کی مشہور مثنوی ”نُہ سپہر“ سے ماخوذ ہے۔

نعت سرورِ کائنات ﷺ

امیر خسرو

رسولِ امین محرمِ کردگار — کزو گشت . بنیادِ کون استوار
وجودش جہان را کلید آمدہ — جہان از پی او پدید آمدہ
ہمہ ہستیِ عالمش زیرِ دست — کہ ہست از پی او شدہ ہرچہ ہست
ز بہرش ہمہ سیر و آرام چرخ — علم بردہ بیرون ز کُہ بامِ چرخ
چراغ جہان ذاتِ پُرنور او — خطِ شرع طغرای منشور او
سر و سرورِ جمع پیغمبران — شعاعی از انوارِ او اختران
رسولی ز پیغمبران جملہ فرد — کہ ایزد رسالت برو ختم کرد
ہنوز. آدم اندر گِل و آب بود — کہ او قبلۂ ہفت محراب بود
خلیل از وجودش پُرانوار گشت — کہ بر وی گلِ نار گلنار گشت
سلیمان کہ شد شاہ دیو و پری — ازو یافتہ تاج و انگشتری

عمل ہای ما در ستم گستری
کرم ہای او در شفاعت گری

(ماخوذ از مثنوی "نہ سپہر")

الفاظ و معانی

امین	:	امانت دار
محرم	:	رازدار، نزدیک
کردگار	:	خدائے تعالیٰ
کزو	:	''کہ ازاو'' کا مخفف، جس سے
کون	:	دنیا، جمع اکوان، مشہور لفظ ''کونین'' اسی سے بنا ہے یعنی دونوں جہان
استوار	:	مضبوط
کلید آمدن	:	مشکل کشا ہونا
از پیِ او	:	اسی کی خاطر
پدید آمدن	:	ظاہر ہونا، وجود میں آنا
ہستی	:	موجودات، مخلوقات، دنیا
زیردست	:	ماتحت
ہست	:	وجود، ہستی
سیر و آرام	:	حرکت و سکون
چرخ	:	آسمان (مراد ہے: زمانہ)
علم	:	جھنڈا، جمع: اعلام
علم بیرون بردن	:	سبقت لے جانا، آگے بڑھنا، جھنڈا آگے بڑھانا
نُہ بام چرخ	:	آسمان کے نو (۹) طبقے، مراد ہے: نو آسمان، مترادف: نُہ سپہر، نُہ طارم
خط شرع	:	شریعت کا نشان
طغریٰ	:	شاہی دستخط
منشور	:	شاہی فرمان
طغریٰ منشور	:	شاہی دستخط کے ساتھ شاہی فرمان
فرد	:	یکتا، بے مثل

ایزد	:	خدائے تعالیٰ
ہنوز	:	اب تک
ہفت محراب	:	مراد ہے سات آسمان، مترادف ہفت گنبد
خلیل	:	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب
گُل نار	:	آگ کا پھول، مراد ہے: انگارا
گلنار	:	سُرخ پھول
سلیمان	:	ایک اولوالعزم پیغمبر جو حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے تھے
ستم گستری	:	ظلم وستم پھیلانا
کرم	:	مہربانی
شفاعت گری	:	سفارش کا کام

غور کرنے کی باتیں

- امیر خسرو کی زندگی اور ان کے کارناموں کے بارے میں آپ گیارھویں جماعت میں پڑھ چکے ہیں کہ :

فارسی شاعری میں امیر خسرو کی عالمی اور تاریخی حیثیت ہے۔ انھوں نے اُس دور میں فارسی شعروادب کا مرتبہ بڑھایا جب خود ایران ایک نازک ترین تاریخی دور سے گزر رہا تھا۔ چنگیزی حملوں کے نتیجے میں جن قبیلوں نے وسط ایشیا سے ہندستان کی طرف کوچ کیا انھیں میں ایک ترکی قبیلہ لاچین بھی تھا۔ امیر خسرو کے والد امیر سیف الدین محمود اس قبیلے کے سرداروں میں تھے۔ وہ سلطان شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں ہندستان آئے اور دلی میں سکونت پذیر ہوئے۔

امیر سیف الدین کی رسائی جلد ہی شاہی دربار میں ہوگئی۔ بادشاہ نے انھیں قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ کی جاگیرداری عطا کی۔ ان کی شادی بلبن کے وزیر جنگ امیر عمادالملک کی صاحبزادی دولت ناز سے ہوئی۔ ان کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ عزالدین علی شاہ، ابوالحسن یمین الدین خسرو اور حسام الدین قتلغ۔ خسرو کی ولادت ۶۵۱ھ / ۱۲۵۳ء میں ہوئی۔ ان کی عمر سات برس کی تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا۔

امیر خسرو نے بیس سال کی عمر میں درسی علوم سے فراغت حاصل کر لی۔ اب تک ان کی شہرت بہ حیثیت شاعر ہو چکی تھی۔ تکمیل علوم کے بعد وہ غیاث الدین بلبن کے بھتیجے علاء الدین کشلی خان عرف ملک چھجو کی ادبی سرپرستی میں آ گئے۔ امیر خسرو نے ملک چھجو کی مدح میں متعدد قصیدے بھی لکھے۔ ملک چھجو اہل شعر و سخن کا بڑا قدردان تھا۔ اس کی سرپرستی میں خسرو کی شاعرانہ صلاحیتیں خوب پروان چڑھیں۔ پھر بلبن کے بیٹے بغرا خان، شہزادہ محمد قاآن اور دیگر کئی شہزادوں اور بادشاہوں کی سرپرستی امیر خسرو کو حاصل رہی۔ انھوں نے تین خاندان سے تعلق رکھنے والے سات بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔

امیر خسرو ۱۰۷ھ / ۱۳۰۱ء میں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا سے بیعت ہوئے اور روحانی تعلیمات حاصل کیں۔ تصوف میں امیر خسرو کا روحانی سلسلہ تین واسطوں سے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری تک پہنچتا ہے۔ محبوب الٰہی سے خسرو کو والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ جب محبوب الٰہی کا وصال ہوا تو خسرو بنگال میں تھے۔ وصال کی خبر پا کر عالم اضطراب میں دلی پہنچے۔ یہ سانحہ ایسا جانکاہ تھا کہ چھ ماہ بعد ۲۵ ۷ھ / ۱۳۲۵ء میں خسرو بھی اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے اور مرشد کی پائینتی میں دفن ہوئے۔

امیر خسرو کی تصنیفات میں پانچ دیوان تحفۃ الصغر، وسط الحیات، غرۃ الکمال، بقیہ نقیہ اور نہایت الکمال شامل ہیں۔ خمسۂ نظامی کی پیروی میں ان کی پانچ مثنویاں مطلع الانوار، شیریں خسرو، آئینۂ سکندری، لیلیٰ مجنوں اور ہشت بہشت کے علاوہ قران السعدین، نہ سپہر، مفتاح الفتوح اور خزائن الفتوح وغیرہ بھی ان کی مشہور مثنویاں ہیں۔ نثر نویسی کے اصول و قواعد سے متعلق ''اعجازِ خسروی'' خسرو کا اہم کارنامہ ہے۔ فنِ موسیقی میں بھی انھیں کمال حاصل تھا۔ ہندوی کلام کے ابتدائی نمونے بھی ان سے منسوب ہیں۔

امیر خسرو نے گرچہ بیشتر مروجہ اصناف شاعری میں طبع آزمائی کی لیکن ان کی غزلیں امتیازی اوصاف کی حامل ہیں۔ ان غزلوں میں جوش و خروش، سوزِ عشق، شدتِ جذبات، کلفتِ ہجر اور حدتِ احساس پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے اور ان ہی خصائص کی وجہ سے وہ ''طوطیٔ ہند'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

❖ داخل نصاب نعت پاک کے مضمون پر غور کریں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ یہاں شاعر نے رسول پاک کی سیرتِ طیبہ، آپ کے ارشادِ گرامی اور آپ کے بارے میں اسلامی عقائد کا مضمون باندھا ہے۔ مثلاً شاعر نے ''رسولِ امین'' کی ترکیب استعمال کی ہے، جو آپ کی سیرت کا بیان ہے، ایک جگہ کہا ہے کہ ''ہنوز آدم اندر گل و آب بود'' یہ دراصل ایک مشہور حدیث شریف کے مضمون یعنی آپ کے ارشادِ گرامی کا خلاصہ ہے۔ اسی طرح ''کہ ایزد رسالت بروختم کرد'' کہہ کر شاعر نے اس بات کا ذکر کیا ہے جسے ''ختم نبوت'' کا اسلامی عقیدہ کہتے ہیں۔ اس نعت شریف میں

ایسے اشعار بھی آئے ہیں، جن میں رسول پاک ﷺ کی شفاعت اور آپ ﷺ کے اختیار کا اعتقادی بیان موجود ہے۔ نعت پاک کا مقصد، عقائد کا اظہار، توصیف و ستائش کا بیان اور شفاعتِ رسول ﷺ کی طلب ہے۔ یہاں آخری شعر میں نعت لکھنے والے نے، قوم کی ''ستم گری'' اور نبی رحمت ﷺ کے ''کرم'' اور ''شفاعت گری'' کا ذکر کر کے در پردہ رسول پاک ﷺ سے مدد مانگی ہے اور آپ کے بارے میں اس یقین ایمانی کا اظہار کیا ہے کہ آپ ﷺ ہی شافع محشر ہیں۔

❖ یہاں مدح رسول ﷺ کے تعلق سے شاعر نے جو کچھ کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیارے نبی ﷺ امانت دار ہیں، آپ ﷺ خالق کائنات کے محرم و راز دار اور وجہِ تخلیقِ کونین ہیں۔ آپ ﷺ کا وجود دنیا کی کلید ہے۔ یہ کائنات آپ ﷺ کے بعد اور آپ ﷺ ہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ جو کچھ ہے آپ ﷺ کے بعد ہی ہے اور تمام ہستی آپ ﷺ کے زیرِ نگیں ہے۔ آسمان اور اجرام سماوی کی گردش و سکون آپ ﷺ ہی کے لیے ہے۔ دنیا کا چراغ آپ ﷺ کی ذات کا پرتو ہے۔ شریعت کا خط آپ ﷺ کے فرمان کا طغریٰ ہے اور آپ ﷺ تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ ستاروں میں آپ ﷺ ہی کے نور کی کرن ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ پر رسالت ختم کر دی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام ابھی آب و گل کی منزل ہی میں تھے کہ آپ ﷺ ''ہفت محراب'' کے قبلہ بنے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ آپ ﷺ کے وجود سے پُر انوار ہوئے، ان پر آگ پھول بن گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے، جن کی دیو اور پری پر بادشاہت تھی، آپ ﷺ سے تاج اور انگشتری پائی۔ ہمارے اعمال تو ظلم و ستم پھیلانے میں ہیں یعنی ہم تو خطاؤں میں ڈوبے ہیں لیکن آپ ﷺ کا کرم شفاعت گری میں ہے۔

❖ داخلِ نصاب نعت شریف، مثنوی کا حصہ ہے اور ظاہر ہے کہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ غور سے دیکھیں تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہاں بعض شعر ''مردّف'' ہے اور بعض غیر مردّف۔ شاعر نے اکثر اشعار میں خوبصورت ترکیبوں اور محاوروں کے فن کارانہ استعمال سے کام لیا ہے۔ تاریخ انبیاء، سیرت رسول ﷺ اور عقائد اسلامی کے اعتبار سے بہت سارے نفیس اشارات ہیں جو مختلف اشعار میں انتہائی ہنرمندی سے پیش ہوئے ہیں۔ مثلاً پہلے شعر میں ''رسول امین'' ﷺ سے آپ ﷺ کی سیرت کے اس پہلو کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی امانت داری مشہور تھی اور سارا عرب اس کا معترف تھا۔ اسی طرح دیگر اشعار میں بھی، تاریخ و سیرت اور اقوال و عقائد کے مختلف واقعات و نکات کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے شعر میں ''تلمیح'' کے علاوہ ''تجنیس'' کی مثال بھی موجود ہے۔ ''ہست'' اور ''ہستی'' میں ''تجنیس زائد'' ہے اور ''ہست'' کا لفظ اگر دوبار آیا ہے کہ ''ہست از پی او شدہ ہر چہ ہست'' تو اس سے ''تجنیس تام'' کا پتا چلتا ہے۔ ایک ہی لفظ کو دو مرتبہ، دو الگ الگ معنی میں لانا ''تجنیس تام'' ہے اور اس مصرع میں

''ہست'' ایک مرتبہ ''موجود'' کے معنی میں آیا ہے اور دوسری مرتبہ ''ہے'' یعنی ''است'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چوتھے شعر میں ''سیر و آرام'' سے ''تضاد'' کی کیفیت اُبھرتی ہے اور پانچویں شعر میں ''مناسبات'' اور ''استعارہ'' سے بخوبی کام لیا گیا ہے۔ ''چراغ جہاں'' دنیا کے وجود رونق کا اشارہ ہے۔ پھر خط، طغریٰ اور منشور جیسے الفاظ سے ''مناسبات'' ظاہر ہو جاتے ہیں۔ شعر میں لفظ ''چراغ'' آیا ہے تو ''نور'' کا لفظ بھی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسا کہ لفظ ''خط'' آیا ہے تو ''طغریٰ'' بھی موجود ہے۔ اس نعت شریف میں متعدد تلمیحی اشعار ملتے ہیں۔ ساتویں اور آٹھویں شعر میں حدیثی تلمیح ہے اور نویں اور دسویں شعر کا تلمیحی مضمون واقعاتِ انبیا سے لیا گیا ہے۔ گیارھواں اور آخری شعر تضاد (ستم، کرم) و تقابل (عمل ہای ما، کرم ہای او) کے حسن سے آراستہ ہے۔

معروضی سوالات

۱۔ ''نعت'' کے لفظی معنی کیا ہیں؟

۲۔ ''نعت'' کا لفظ کس کی ستائش و ثنا کے لیے مخصوص ہے؟

۳۔ ''کہ بام چرخ'' سے کیا مراد ہے اور اس کا مترادف کیا ہے؟

۴۔ ''خلیل'' کس مشہور پیغمبر کا لقب ہے؟

۵۔ لفظ ''کون'' سے کونسا مشہور لفظ بنا ہے؟

۶۔ ''گل نار'' اور ''گلنار'' میں کیا فرق ہے؟

۷۔ ''علم'' بمعنی جھنڈا کا تلفظ کیا ہے؟

۸۔ خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

(الف) ''ہست'' اور ''ہستی'' میں تجنیس............ ہے۔

(ب) حضرت............ علیہ السلام کی دیو اور پری پر بادشاہت تھی۔

(ج) حضرت .... پر آگ گلزار بن گئی۔

(د) داخلِ نصاب نعت شریف............ کی ہیئت میں ہے۔

تفصیلی سوالات

۱- امیر خسروؔ کے حالاتِ زندگی اور شاعری پر مختصر نوٹ لکھیے۔

۲- نعت گوئی کے آداب پر روشنی ڈالیے۔

۳- داخلِ نصاب نعتِ رسول ﷺ کے مضمون کا خلاصہ تحریر کیجیے۔

۴- درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے:

رسولِ امینؐ، محرمِ کردگار ــــ کزو گشت، بنیادِ کون استوار

رسولیؒ ز پیغمبران جملہ فرد ــــ کہ ایزد رسالت بروختم کرد

ہنوز آدم اندر گِل و آب بود ــــ کہ اوؐ قبلۂ ہفت محراب بود

عمل ہای ما، در ستم گستری ــــ کرم ہای اوؐ در شفاعت گری

عملی کام

۱- نعت شریف کا پہلا شعر زبانی یاد کیجیے۔

۲- درج ذیل کی مثالیں ڈھونڈیے اور اپنی کاپی پر لکھیے۔

تجنیس زائد ــــ تلمیح ــــ مناسبات

۳- نعت شریف میں جن نبیوں کا ذکر آیا ہے، ان کے واقعات پڑھیے۔

۴- محاورات جمع کیجیے اور اپنی کاپی پر اُن کے معنی لکھیے۔

۵- اپنے سبق سے چند خوبصورت ترکیبیں یکجا کیجیے اور ان کے مفہوم لکھ کر اپنے استاد سے اصلاح لیجیے۔

۶- اس نعت پاک کا ترجمہ کر کے اپنے استاد سے دکھلایئے۔

غزلیاتِ سعدی

(۱)

این بادِ بہار بوستان است　　یا بوی وصالِ دوستان است
ای مرغ بہ دامِ دل گرفتار　　باز آ، کہ وقت آشیان است
ور بانگِ موذنی برآید　　گویم کہ درای کاروان است
با این ہمہ دشمنی کہ کردی　　باز آیی کہ دوستی ہمان است
گوشم ہمہ روز از انتظارت　　بر راہ و نظر برآستان است
با قوتِ بازوانِ عشقت　　سر پنجۂ صبر ناتوان است
نالیدنِ دردناکِ سعدیؔ
بر دعویِ دوستی نشان است

(کلیاتِ سعدیؔ "طیبات")

الفاظ و معانی

بوستان　:　باغ
وصال　:　ملاقات
بازآمدن　:　واپس آنا، لوٹنا جیسے بہ آشیان بازآمدن

آشیان	:	گھونسلا
وقتِ آشیان	:	گھونسلے کی طرف لوٹنے کا وقت، وقت شام
ور	:	اور اگر
بانگِ مؤذن	:	اذان دینے والے کی آواز، اذان، مؤذن کی پکار
بانگ برآمدن	:	آواز بلند ہونا
درا	:	گھنٹہ، مترادف: جرس
کاروان	:	قافلہ
بازآمدن	:	چھوڑ دینا، واپس ہونا، ترک کرنا
آستان	:	چوکھٹ
سرپنجہ	:	زور، طاقت

غور کرنے کی باتیں

❖ غزل کی صنفی بنیاد وسانچہ پر ہے، اس میں اگرچہ موضوع کی کوئی قید نہیں ہوتی، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ غزل کی شاعری میں عام طور پر عشق ومحبت ہی کے مضامین پیش کیے جاتے ہیں اور شاعر اپنے عاشقانہ جذبات کو طرح طرح سے پڑھنے والوں کے سامنے لاتا ہے۔ غزل کے بارے میں یہ باتیں آپ گیارھویں جماعت میں پڑھ چکے ہیں:

فارسی اصناف شاعری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پہلوی سے آئی ہے اور دوسری قسم عربی سے۔ عربی شاعری کی مشہور صنف، قصیدہ جب ایران پہنچی تو اس کے تمہیدی حصے یعنی ''تشبیب'' سے دو صنفیں قطعہ اور غزل وجود میں آئیں۔ یہ دونوں ہی صنفیں ہیئتی ہیں۔

مطلع، قافیہ وردیف اور مقطع، غزل کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ مطلع کا دوسرا نام ''سرِ غزل'' اور مقطع کا دوسرا نام ''پائین غزل'' ہے۔ اگر غزل میں مطلع کے بعد کا شعر ہم قافیہ ہو تو اسے ''حسن مطلع'' یا ''زیب مطلع'' کہتے ہیں۔ غزل اگر مطلع سے خالی ہو تو اسے ''سر بریدہ'' اور مقطع سے خالی ہو تو ''دم بریدہ'' کہتے ہیں۔ اسی طرح جس غزل میں ردیف نہیں ہو اسے ''غیر مردف'' کہتے ہیں۔ غزل میں عموماً پانچ سے انیس اشعار ہوتے ہیں

لیکن یہ تعداد لازمی نہیں ہے۔

مقطع میں شاعر اپنا مختصر نام استعمال کرتا ہے جسے شعری اصطلاح میں تخلص کہتے ہیں۔ "مراۃ الخیال" کے مصنف نے لکھا ہے کہ مقطع میں تخلص کی شمولیت سعدی شیرازی کی دین ہے۔

غزل کی مقبولیت کا راز اس کے ہمہ گیر موضوعات، علائم اور ایجاز و اختصار میں پنہاں ہے۔ چونکہ غزل کے لغوی معنی "حکایات بایار گفتن" ہے اور محبوب سے اشاروں کنایوں میں ہی باتیں اچھی لگتی ہیں، اس لیے غزل کا شاعر کنایوں، تشبیہوں، استعاروں اور دیگر شعری صنعتوں سے خوب کام لیتا ہے۔

❖ سعدؔی کی زندگی اور کارناموں کے بارے میں پچھلی جماعت میں آپ پڑھ چکے ہیں:

فارسی نظم و نثر کی تاریخ میں سعدؔی شیرازی کے نام اور ان کے کارناموں سے پوری دنیا واقف ہے۔ تاتاری دور کے اس مشہور و ممتاز شاعر اور نثر نگار کا پورا نام شیخ شرف الدین یا مصلح الدین اور والد کا نام سعد الدین عبداللہ تھا۔ شیراز کو ان کا وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ سعدؔی شیرازی کے والد اتابک سعد بن زنگی کے ملازم تھے۔ اسی مناسبت سے انھوں نے اپنا تخلص سعدؔی رکھا تھا۔ سعدی کی ولادت ۵۸۰ھ / ۱۱۸۴ء اور وفات ۶۹۱ھ / ۱۲۹۱ء میں ہوئی۔ وہ شیراز کے مقام "دلکشا" کے نزدیک پہاڑ کے دامن میں دفن ہوئے جو "سعدیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

سعدؔی بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ انھوں نے علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی، پھر بغداد جا کر مدرسہ نظامیہ میں شریک ہوئے۔ علامہ ابن جوزی کی شاگردی پائی اور ۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ء میں سند تکمیل حاصل کی۔ حصول علم کے بعد وہ سیر و سیاحت کے لیے نکلے۔ ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء تک عرب، شام، ایشیائے کوچک اور شمالی افریقہ کا سفر کیا اور کئی مرتبہ پاپیادہ حج کے فرائض بھی ادا کیے۔ سعدؔی نے بیت المقدس میں سقائی کا کام بھی کیا۔ وہ بزرگان دین سے نیاز حاصل کرنے کے لیے روم گئے۔ ایک مرتبہ طرابلس میں عیسائیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور انھیں خندق کھودنے کی سزا ملی۔ پھر ایک دوست نے معاوضہ دے کر چھڑایا اور اپنا داماد بنا لیا لیکن یہ شادی کامیاب نہ ہو سکی۔

سعدؔی شیرازی نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت حاصل کی۔ جب وہ یمن کے صدر مقام صنعا میں تھے تو ایک اور عقد کیا، اس سے اولاد بھی ہوئی لیکن زندہ نہیں رہی۔

سعدؔی کا علمی سفر ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء سے شروع ہوتا ہے۔ وہ ایک بلند پایہ شاعر اور فارسی غزل کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے ہر صنف میں شاعری کی ہے اور اسے امتیازات بخشے ہیں۔ قصیدے کو فقط مداحی اور بے جا خوشامد پسندی سے نجات دلائی۔ غزل میں دلی واردات و جذبات بیان کیے۔ ان کی اصل شہرت "گلستان" اور "بوستان" سے ہے۔ گلستان ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء اور بوستان ۶۵۵ھ / ۱۲۵۷ء میں لکھی گئی۔

- سعدی غزل کے استادِ کامل ہیں اور ان کی اکثر غزلیں عاشقانہ ہیں۔ غزلیہ شاعری میں اسلوب کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ غزل کی لطیف زبان ''تغزل'' کہلاتی ہے اور سعدی کی غزلیں تغزل کا شاہکار ہیں۔ سادگی وسلاست بلکہ ''سہل ممتنع'' کی شان، غزلیات سعدی کا نمایاں وصف ہے۔ وہ نہایت ہی آسان اور سادہ زبان میں غزلیں کہتے ہیں۔ نصاب میں شامل غزلیں اس کا روشن نمونہ ہیں۔
- مطلع میں کئی خوبیاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کی نثر نہیں بن سکتی ہے۔ گویا شاعر نے لفظوں اور مصرعوں کی بناوٹ کے علم سے ہی کام نہیں لیا ہے بلکہ جملہ کی بناوٹ کے علم کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ یہ ایسی خوبی ہے جو اس غزل کے کبھی اشعار میں دیکھی جا سکتی ہے۔ شاعر کبھی کبھی کسی مضمون کے بیان میں جان بوجھ کر انجان بننے لگتا ہے۔ اسے ''تجاہل عارفانہ'' کہتے ہیں۔ در پردہ یہ کیفیت بھی مطلعِ غزل میں موجود ہے۔
- لگا تار اضافت کو ''اضافت در اضافت'' یا ''توامی اضافات'' کہتے ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں یہاں موجود ہیں جیسے: بادِ بہار بوستان، بوی وصال دوستان، قوتِ بازوان عشق۔
- اس غزل میں جگہ جگہ خوبصورت ترکیبیں بھی ملتی ہیں جیسے: وقت آشیان، بانگ موذن، درای کاروان، سرپنجۂ صبر، دامِ دل۔ ان میں سے بعض ترکیبوں کا اپنا خاص خاص مفہوم بھی ہے۔ سعدی نے مختلف اشعار میں محاورے بھی نہایت خوبصورتی سے استعمال کیے ہیں جیسے: باز آمدن، بانگ برآمدن وغیرہ۔
- اگر دو لفظوں میں ایک حرف زیادہ ہو تو اسے ''تجنیس زائد'' کہتے ہیں۔ یہاں اس کی مثال چھٹے شعر میں ہے یعنی ''با'' اور ''باز''۔ اسی شعر میں ''صنعت تضاد'' بھی ہے۔ یعنی دو ایسے لفظوں کا استعمال، جو ایک دوسرے کی ضد ہیں جیسے: دوستی، دشمنی۔
- بعض شعر میں خطاب بھی ہے جیسے: ''ای مرغ''۔
- اگر سبھی نقطے اوپر ہوں تو اسے ''فوق نقاط'' کہتے ہیں۔ اس غزل میں کئی مصرعے ''فوق نقاط'' ہیں جیسے: گوشم ہمہ روز در انتظارت''۔
- ایک بات کو دوسری بات پر منحصر کرنا ''تعلیق'' ہے۔ تیسرے شعر میں یہ صنعت لفظ ''ور'' سے ظاہر ہوتی ہے۔
- مطلعِ غزل کا مفہوم ہے کہ یہ بہار محبوب سے ملاقات کی بہار ہے۔ دوسرے شعر میں دل کی تڑپ اور بے چینی کا اظہار ہے۔ تیسرے شعر میں عاشق کی ذہنی کیفیت دکھائی گئی ہے۔ چوتھے شعر میں وفاداری کا مطالبہ اور پانچویں شعر میں انتظارِ محبوب کے جذبات وحالات کی عکاسی ہے۔ چھٹے شعر میں عاجزی کا اعتراف ہے اور مقطع میں سعدی نے کہا ہے کہ عاشق کا رونا دراصل اس کے دعوئ محبت کی نشانی ہے۔

معروضی سوالات

۱- خالی جگہوں کو پُر کریں:

غزل کی صنفی بنیاد............... پر ہے۔

غزل میں............... کی کوئی قید نہیں ہوتی۔

.... کی شان غزلیاتِ سعدیؔ کا نمایاں وصف ہے۔

غزل کی لطیف زبان............... کہلاتی ہے۔

مصرع غزل ''گو شمم ہمہ روز در انتظارت'' .... نکالا ہے۔

۲- اضافت در اضافت کا دوسرا نام کیا ہے؟

۳- ''وقت آشیان'' سے کیا مراد ہے؟

۴- ''تجاہل عارفانہ'' کا مطلب کیا ہے؟

۵- سعدیؔ نے کس بات کو دوستی کے دعوے کا نشان کہا ہے؟

۶- جوڑ ملائیے:

ای مرغ	تجنیس زائد
باز آمدن	تضاد
دوستی دشمنی	خطاب
باز باز	محاورہ

تفصیلی سوالات

۱- غزلیاتِ سعدیؔ کی چند اہم خصوصیات کا ذکر اپنے الفاظ میں کیجیے۔

۲- درج ذیل سے اپنی واقفیت ظاہر کیجیے:

تعلیق تضاد سہل ممتنع

۳- مطلع غزل کا مفہوم اور اس کی ادبی خوبیاں بتائیے۔

۴- درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے:

ای مرغ به دام دل گرفتار — باز آ، که وقت آشیان است
با این همه دشمنی که کردی — باز آیی که دوستی همان است
گوشم همه روز از انتظارت — بر راه و نظر بر آستان است

۵- درج ذیل کے معانی لکھیے:

وقت آشیان — باز آمدن — سرپنجۂ صبر — بانگ بر آمدن — درای کاروان

عملی کام

۱- مندرجہ ذیل الفاظ "قافیہ" کی جگہ پر آئے ہیں، ان کے معانی لکھیے اور یاد کیجیے:

نہان — کاروان — آشیان

۲- داخلِ نصاب غزل میں بعض الفاظ بصورت جمع ہیں جیسے: "دوستان" اور بعض ضمیر متصل کے ساتھ ہیں جیسے: "عشقت" اس قسم کے الفاظ جمع کیجیے اور ان کے معنی لکھیے۔

۳- غزل میں آنے والے محاوروں کے معنی یاد کیجیے۔

۴- سعدی کی اس غزل میں آنے والے افعال کو چنیے اور ان کے نام اور صیغے اور معنی لکھیے، مثلاً:

فعل	فعل کا نام	صیغہ	معنی
کردی	ماضی مطلق معروف	واحد حاضر	تو نے کیا

(۲)

یار با ما بی وفائی می کند　　بی گناه از ما جدایی می کند
شمع جانم را بکشت آن بی وفا　　جای دیگر روشنایی می کند
می کند با خویشتن بیگانگی　　با غریبان آشنایی می کند
جو فروش است آن نگار سنگ دل　　با من او گندم نمایی می کند
ای مسلمانان! بفریادم رسید　　کان فلانی بی وفایی می کند
کشتیِ عمرم شکست است از غمش　　از من مسکین جدایی می کند
سعدیِ شیرین سخن در راه عشق
از لبش بوی گدایی می کند

(کلیاتِ سعدیؔ "طیبات")

الفاظ و معانی

شمع کشتن : شمع بجھانا، چراغ گل کرنا
روشنائی : روشنی
بیگانگی : بے تعلقی، غیریت
غریب : مسافر، اجنبی

آشنائی	:	جان پہچان، محبت، دوستی { آشنائی کردن: دوستی کرنا، تعلق بنانا}
نگار	:	محبوب
سنگ دل	:	پتھر دل والا، ظالم، بہت ہی سخت دل
گندم نما جو فروش	:	یہ کہاوت ہے یعنی وہ آدمی جس کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہو، مکار، دغاباز، دھوکے باز
بفریاد رسیدن	:	مدد کرنا، فریاد کو پہنچنا
مسکین	:	بیچارہ، عاجز، کمزور، نادار، ''من مسکین'' سے مراد عاشق ہے
بوسی	:	''بوسہ ای'' کا مخفف، ایک بوسہ
گدائی کردن	:	بھیک مانگنا، آرزومنت سے مانگنا

غور کرنے کی باتیں

- غزلیں عموماً مردّف ہوتی ہیں۔ سعدیؔ شیرازی کی غزل ''این باد بہار بوستان است'' میں ''است'' ردیف تھی اور اس طرح وہ ردیف ''ت'' کی غزل تھی۔ اس غزل میں ''می کند'' ردیف ہے اور یہ ردیف ''د'' کی غزل قرار پاتی ہے۔ ''ردیف'' عموماً ''فعل'' کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس غزل کی ردیف ''می کند'' ظاہر ہے کہ فعل ہی ہے۔ گزشتہ غزل کی ردیف بھی فعل ہی تھی۔ ردیف کے مقابلے میں ''قافیہ'' کی جگہ پر عموماً ''اسم'' استعمال ہوتا ہے، یہ بات سعدیؔ کی غزل سے بھی ظاہر ہے۔
- مطلع سے لے کر مقطع سے پہلے والے شعر تک اس غزل میں جو بنیادی موضوع ملتا ہے وہ ''شکوۂ جاناں'' یعنی محبوب کی شکایت ہے۔ اس طرح یہاں ''غزل مسلسل'' کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ مطلع میں محبوب کی بے وفائی کا شکوہ ہے اور یہی شکایت دوسرے شعر میں بھی ہے۔ تیسرے شعر کا مضمون بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ چوتھے شعر میں محبوب کی سنگ دلی اور اس کی مکاری کا ذکر ہے۔ پانچویں شعر میں اس کی بے وفائی کے مقابلے میں مدد مانگی گئی ہے۔ چھٹے شعر میں عاشق کے غم

جدائی کا بیان ہے۔ مقطع غزل میں عاشق کی تمنا کا اظہار ہے۔ یہاں ''سعدی شیریں سخن'' کا ٹکڑا بتا رہا ہے کہ شاعر نے اپنی تعریف خود کی ہے۔ اسی کا نام ''تعلّی'' ہے۔ گویا یہ مقطع تعلّی ہے۔

- ❖ اس غزل کے چوتھے شعر میں ''گندم نما جو فروش'' کی کہاوت کا نہایت فنکاری سے استعمال ہوا ہے۔ جب شعر میں کہاوت کا استعمال ہو تو اسے ''ارسال مثل'' کہتے ہیں گویا یہاں اس صنعت سے کام لیا گیا ہے۔ بعض شعر میں خطاب بھی ہے۔ جیسے ''ای مسلمانان ! بفریادم رسید''۔ اسی طرح بعض شعر ایسا بھی ہے، جس میں فوق نقاط کی مثال ملتی ہے ''کشتی عمرم شکست است از غمش'' ایسا ہی مصرع ہے۔
- ❖ غزل کے مختلف شعر میں طرح طرح کے محاورے استعمال ہوئے ہیں جیسے شمع کشتن، روشنائی کردن، آشنائی کردن اور بفریاد رسیدن اسی طرح مختلف اشعار میں مختلف خوبصورت ترکیبیں بھی ہیں جیسے نگار سنگدل، شیریں سخن اور من مسکین۔
- ❖ اس غزل کا مطلع یوں قابل توجہ ہے کہ اس کی نثر نہیں بن سکتی ہے اور یہی خوبی غزل کے پانچویں شعر میں بھی ہے۔ اس شعر میں نہ صرف یہ کہ خطاب ہے ''ای مسلمانان ! بفریادم رسید'' بلکہ یہاں لفظ ''رسید'' بھی توجہ چاہتا ہے۔ بظاہر یہ ''رسیدن'' کا ماضی مطلق صیغہ واحد غائب لگتا ہے لیکن مصرع کی بناوٹ بتا دیتی ہے کہ یہ دراصل فعل امر جمع حاضر ہے یعنی ''برسید'' کا مخفف۔
- ❖ سعدؔی کی اس غزل کے تیسرے شعر میں یہ بات قابل غور ہے کہ ''می کند'' سے شعر شروع ہوتا ہے اور ''می کند'' پر ختم ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ دراصل شعر کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ یا ٹکڑا ''صدر'' کہلاتا ہے۔ پھر پہلے مصرع کا آخری ٹکڑا ''عروض'' جب کہ دوسرے مصرع کا پہلا ٹکڑا ''ابتدا'' اور آخری ٹکڑا ''عجز'' کہلاتا ہے۔ باقی درمیانی حصہ کا نام ''حشو'' ہے۔

صدر	حشو	عروض
می کند	باخویشتن	بی کاگی

ابتدا	حشو	عجز
باغریباں	آشنائی	می کند

گویا ''عجز'' میں جو ٹکڑا ہے وہی ''صدر'' میں بھی ہے۔ اس کا نام ''ردّ عجز علی الصدر'' ہے۔ یعنی ''عجز'' کو ''صدر'' پر لوٹا دینا۔ یہ صنعت اس شعر میں موجود ہے۔

معروضی سوالات

۱- سعدی کی غزل "یار بامابی وفائی می کند" کا بنیادی موضوع کیا ہے؟

۲- خالی جگہوں کو پر کریں:

قافیہ عموماً.............کی صورت میں ہوتا ہے اور ردیف.............کی صورت میں۔

شکوہ جاناں کا مطلب ہے.............کی شکایت اور شکوہ دوراں کا مطلب ہے.............کی شکایت۔

دوسرے مصرع کا پہلا ٹکڑا.............کہلاتا ہے۔

دونوں مصرعے کے درمیانی حصہ کا نام.............ہے۔

۳- "ای مسلمانان بفریادم رسید" میں "رسید" کون فعل اور کون صیغہ ہے؟

۴- درج ذیل شعر پڑھیے اور بتایئے کہ اس میں کون سی کہاوت اور کون سی صنعت ہے؟

جو فروش است آن نگار سنگ دل

با من او گندم نمایی می کند

۵- "من مسکین" سے کیا مراد ہے؟

۶- اس غزل میں "تعلی" کا مضمون کہاں ہے؟

۷- شاعر نے اپنی تعریف میں کون سا فقرہ استعمال کیا ہے؟

۸- شاعر نے "نگار سنگ دل" کس کو کہا ہے؟

۹- درج ذیل شعر کو پڑھیے اور بتایئے کہ اس میں کون کون سے محاورے ہیں اور ان کے معنی کیا ہیں؟

شمع جانم را بکشت آن بی وفا

جای دیگر روشنایی می کند

۱۰- درج ذیل تراکیب کے معانی بتایئے:

جو فروش　　　شیریں سخن

تفصیلی سوالات

۱- "غزل مسلسل کی کیفیت" سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ واضح کریں۔

۲- درج ذیل کی تعریف لکھیں اور مثال دیں۔

تعلی ارسال مثل فوق نقاط

۳- درج ذیل اشعار کی تشریح کریں:

یار با ما بی وفایی می کند بی گنه از ما جدایی می کند

کشتی عمرم شکست است از غمش از من مسکین جدایی می کند

۴- مقطع غزل کا مطلب واضح کریں۔

۵- اس شعر میں ''ردالعجز علی الصدر'' کیسے ہے؟ سمجھائیں۔

می کند با خویشتن بی گانگی با غریبان آشنایی می کند

۶- درج ذیل اشعار کی نثر بنائیں:

شمع جانم را بکشت آن بی وفا جای دیگر روشنایی می کند
می کند با خویشتن بیگانگی با غریبان آشنایی می کند
جو فروش است آن نگار سنگدل با من او گندم نمایی می کند
کشتی عمرم شکست است از غمش از من مسکین جدایی می کند

عملی کام

۱- غزل میں آنے والی ترکیبوں اور محاوروں کو معنی کے ساتھ اپنی کاپی پر لکھیے اور زبانی یاد کیجیے۔

۲- غزل کے قافیوں کو جمع کیجیے اوران کے معانی لکھیے۔

حسؔن دہلوی

ہندوی دور کے ماقبل عہد مغلیہ میں حضرت امیر خسرو کے ساتھ ساتھ اُن کے دوست اور پیر بھائی حضرت حسن دہلوی کا نام بھی مشہور و معروف ہے۔ خصوصاً فارسی غزل میں انھیں اس لحاظ سے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ اکثر تنگ قافیوں اور غیر معمولی ردیفوں سے کام لیتے تھے۔ وہ ایک صوفی شاعر تھے لیکن ان کے کلام میں عاشقانہ رنگ بہت ہی نمایاں ہوتا تھا۔ انھوں نے اپنے غزلیہ کلام میں سعدؔی شیرازی کی پیروی کی ہے اور اسی مناسبت سے وہ "سعدیِ ہند" کہلاتے ہیں۔ وہ اگرچہ حسؔن دہلوی کے نام سے مشہور ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے نہ تو دہلی میں زندگی کی پہلی سانس لی اور نہ ہی آخری۔ بس اس کی وجہ اتنی ہے کہ ان کی زندگی کا بیش تر حصہ دہلی میں گزرا۔

حسؔن دہلوی کا پورا نام نجم الدین امیر حسن علا سجزی ہے۔ ان کی ولادت بدایوں میں ہوئی۔ انھوں نے اپنے وطن ہی میں تعلیم حاصل کی اور وہیں ان کی شعر گوئی کی شروعات بھی ہوئی۔ حسن دہلوی کا سالِ ولادت اور ان کے اساتذہ کی تفصیلات دستیاب نہیں، یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ شیخ الاسلام قطب الدین ان کے استاد رہے ہوں گے جو کہ قاضیان بدایون کے جد بزرگوار گزرے ہیں۔

حضرت حسؔن دہلوی کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابتداً ان کا پیشہ "نان" بنانا تھا۔ شاہی ملازمت میں آنے کے بعد ایک موقع پر خان شہید نے انھیں امیر خسرو سے ملنے پر پابندی لگا دی تھی اور اس کی خلاف ورزی پر انھیں کوڑے لگائے گئے تھے۔ حسؔن دہلوی اور امیر خسرؔو کی ملاقات ابتداً حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ میں ہی ہوئی تھی۔

حسؔن دہلوی کی علمی و عملی اور معاشی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے دہلی آ کر لشکر کی ملازمت اختیار کی۔ سلطان محمد کی گورنری کے زمانے میں "دوات داری" کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔

علاء الدین خلجی کے عہد میں حسؔن دہلوی کو پھر درباری ندیموں میں شمولیت ملی اور دوسرے شاعروں کی طرح انھیں بھی ایک ہزار تنکہ مواجب "دیوان عرض" سے ملنے لگا۔ حضرت حسؔن دہلوی ۵۶ سال کی عمر میں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا کے

حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور ۱۳۰۷ء سے "فوائد الفواد" یعنی اپنے پیر و مرشد کے ملفوظات لکھنے کا سلسلہ شروع کیا، جو پانچ برسوں تک چلتا رہا۔ یہی زمانہ ہے جب انھوں نے علاء الدین خلجی کی مدح بھی لکھی۔ محمد تغلق کے فیصلے پر جب آبادی سمیت راجدھانی دہلی سے دولت آباد منتقل ہوئی تو حسن دہلوی دولت آباد چلے گئے اور یہیں ۱۳۳۷ء میں ان کی وفات ہوئی۔

حضرت حسن دہلوی صوفیانہ اور قانع شخصیت کے مالک تھے۔ انھیں حصولِ دولت کی کوششوں سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے علاء الدین خلجی کے علاوہ کسی بادشاہ کا قصیدہ نہیں لکھا۔ اگرچہ حسن دہلوی کی شعری باقیات میں قصیدے بھی ہیں، مثنویاں اور رباعیاں بھی ہیں، لیکن سچ یہ ہے کہ ان کی اصل شہرت ان کے غزلیہ کلام سے ہی ہے۔

غزلیاتِ حسن دہلوی

(۱)

ساقی! دمِ صبح مشک بار است　　غائب نشوی کہ با تو کار است
با بوی و مے و ہوای رویت　　ما را ہمہ وقت نو بہار است
از مستیِ چشمِ تو خرابم　　آن ترک ہنوز در خمار است
ہرچند کہ بی قرارم از تو　　آن غم کہ ز تست برقرار است
از غصۂ روزگار جان رفت　　ای جانِ من این چہ روزگار است
ای چارہ گرِ امید ہا تو
بی چارہ حسن امیدوار است

الفاظ و معانی

ساقی : پلانے والا، یہاں معشوق مراد ہے
مشک بار : خوشبو برسانے والا، کستوری کی خوشبو پھیلانے والا، معطر بنا دینے والا، مراد ہے خوشبودار
غائب شدن : چھپ جانا، غائب ہو جانا، نگاہوں سے اوجھل ہو جانا، غیر حاضر ہونا